ڈاکو کا خوف

اشتیاق احمد



ڈاکو کا خوف

اشتیاق احمد

مکتبہ باغ و بہار

مین بازار۔ اسلام پورہ

لاہور

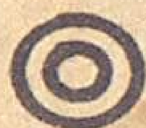


طابع : ________ مُعین الحق

مطبع : ________ المجدد پریس لاہور

تعداد : ________ ایک ہزار

قیمت : ________



گذارش

اور یہ ہے ڈاکو کا خوف . . . .
مکتبہ باغ و بہار کے لیے میرا دوسرا ناول۔
ایک ایسی حیرت انگیز کہانی جو آپ کو اپنے ساتھ بہا لے جائے گی اور آپ اس وقت تک سکون کا سانس نہیں لے سکیں گے جب تک ناول ختم نہ کر لیں۔

مجرم بھی کتنا ستم ظریف تھا، اس نے ڈاکوؤں کی ابتدا۔ انسپکٹر کامران مرزا کے گھر سے کی، پڑھیے اور مسکرایئے کہ مسکراتے بچے بھی زندگی کا ثبوت دیتے ہیں۔

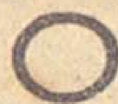
اشتیاق احمد

ترتیب



سُرخ کوٹ والا

بسم اللہ الرحمن الرحیم



شہر کی تیسری سڑک پر ایک تین منزلہ عمارت میں اس وقت تین آدمی موجود تھے۔ وہ سب سے اوپر والی منزل کے ایک کمرے میں میز کے گرد بچھی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں سگریٹوں کی بجائے موٹے موٹے سگار آنکھوں پر عینکیں اور سروں پر ہیٹ تھے۔ تینوں اوور کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا اوور کوٹ سرخ رنگ کا اور باقی دو کے کوٹ کالے رنگ کے تھے۔ سرخ کوٹ والا کہہ رہا تھا:

"آج رات سے ہم اپنا پروگرام شروع کر رہے ہیں۔ ہر ڈاکے میں ہم تینوں ضرور ساتھ ہوں گے اور ہمارا پورا گروہ حرکت میں آتا رہے گا۔ ترکیب یہ ہوگی... پہلے ہمارے گروہ کے آدمی اس گھر کو گھیرے

میں لے لیں گے اور پھر ہم تینوں اندر داخل ہوں گے... ہم تینوں کے
علاوہ اندر کوئی نہیں داخل ہو گا. کیونکہ اس طرح بدنظمی پیدا ہوتی ہے
البتہ باہر موجود لوگوں کو ان کا حصہ برابر کا دیا جائے گا، اگر ہمارا حق ان
تینوں سے زیادہ ہے، ہم تجوریاں توڑنے کے سب سے بڑے ماہر ہ
بہترین سے بہترین تجوری ہمارے سامنے پانی بھرنے لگتی ہے...
اپنے کاریگر کی کاریگری پر آنسو بہاتی ہے، پھر بھی ہم اپنے ساتھیوں
کو یہ احساس نہیں دلانا چاہتے کہ انہیں کم حصہ ملتا ہے۔
ان کا کام یہ ہو گا کہ بیرونی حملے کا مقابلہ کریں، اگر خطرہ ہو تو ہمیں
فوراً خبردار کر دیں، خبردار کرنے کا طریقہ یہ ہو گا کہ وہ ان میں سے ایک
حلق سے شوکا کی آواز نکالے گا، پہلے وہ زور سے شو کہے گا، پھر کا،
دونوں آوازیں لمبی ہوں گی۔ اور بلند آواز میں نکالی جائیں گی جس سے
محلے کے لوگ بھی چونک اٹھیں... اس کے بعد ہم فرار کا راستہ
اختیار کریں گے، جس کے لئے تیاری پہلے ہی کی جا چکی ہو گی. ہماری
گاڑی میں ڈرائیور پہلے سے موجود ہو گا، اس کا انجن چلتا رہنے دیا جائے
گا، ہم سب گاڑی میں سوار ہو جائیں گے اور گاڑی چل پڑے گی...
گاڑی کی نمبر پلیٹ ہر موڑ پہ بدلتی رہے گی، اس کے چاروں طرف
سٹین گنیں فٹ ہیں جو چاروں طرف گولیاں برساتی گزرتی چلی جائے
گی اور اس طرح لوگ اس سے خوف کھانے لگیں گے، ہمارے گروہ
سے خوف کھانے لگیں گے... شوکا کا خوف ان کے دلوں میں اس

حد تک بیٹھ جائے گا کہ تھر تھر کانپا کریں گے اور شہر پر ہمارا راج ہو گا۔ پولیس بھی سہم کر رہ جائے گی، کیونکہ ہم شروع میں کچھ ایسے گھروں میں ڈاکے ڈالیں گے جن میں ڈاکا ڈالنے کے بارے میں لوگ سوچ بھی نہیں سکتے، ابھی جب میں تمہیں پہلا نام بتاؤں گا تو تم سب لوگ بھی حیرت زدہ رہ جاؤ گے ... لیکن ڈرنے یا خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں، ہمارے پروگرام کافی وقفے کے بعد ہوا کریں گے، اس طرح کسی کو یہ سمجھنے کی مہلت نہیں ملے گی کہ ہم باقاعدہ پروگرام کے تحت ڈاکے ڈال رہے ہیں ... ہر وہ گھر جس میں ہم ڈاکا ڈالیں گے، پہلے ہی خالی کرایا جا چکا ہو گا، یہاں تک کہ سرخ کوٹ والا خاموش ہو گیا۔

"خالی کرایا جا چکا ہو گا، مسٹر تنویر یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں ٹاپی! ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں گے کہ گھر کے لوگ کسی دوسری جگہ چلے جایا کریں اور ہم اطمینان سے اپنا کام انجام دے سکیں ... اس کا بندوبست مسٹر شو کا خود کریں گے۔ ہم نہیں جانتے وہ گھر کے لوگوں کو کس طرح گھر سے باہر جانے پر مجبور کریں گے اور ہاں! جوجے ... ہر ڈاکے کے بعد تمہارا کام یہ ہو گا کہ خالی تجوری میں شوکا کا یہ کارڈ وہاں رکھ دو۔" یہ کہہ کر تنویر نے اپنی جیب سے ایک موٹی لفافہ نکالا اور اس میں سے کارڈ نکال کر دکھائے، ٹاپی اور جوجے نے دیکھا، اس پر سرخ رنگ میں "شوکا" لکھا تھا، اس کے ساتھ

ہی کالے رنگ کا ایک خنجر بنا تھا اور خنجر کی نوک خون میں ڈوبی ہوئی تھی
"یہ شوکا کا نشان ہو گا، اس بات کا ثبوت ہو گا کہ ڈاکا شوکا نے
ڈالا ہے۔"

"کیا مسٹر شوکا بھی ہمارے ساتھ ہوا کریں گے۔" ٹامی نے پوچھا۔

"خاموش! مسٹر شوکا کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرنا ہے، ہم
نہیں جانتے، وہ کہاں رہتے ہیں، کیا کرتے ہیں، کون ہیں، خود میں نے
آج تک ان کی صورت نہیں دیکھی، حالانکہ انہوں نے آج سے چھ ماہ پہلے
ہمیں ملازم رکھا تھا، گروہ ترتیب دینے کی ہدایت کی تھی اور یہ کہا تھا
کہ اس گروہ میں صرف ماہر ترین ڈاکو ہی شامل ہوں گے... اور ہم
اس مقصد میں کامیاب ہو چکے ہیں، ہم نے اپنے ارد گرد ایسے ڈاکو
اکٹھے کئے ہیں جنہوں نے ہمیشہ کامیاب ڈاکے مارے ہیں اور جن میں
سے آج تک ایک بھی آدمی گرفتار نہیں ہوا... لہٰذا پولیس کے پاس
ان کا ریکارڈ تک موجود نہیں ہے۔"

جوجے نے کارڈ لے کر اپنی جیب میں رکھ لئے اور دونوں تنویر
کی طرف دیکھنے لگے۔

"اور اب تم سوچ رہے ہوں گے کہ شروع کس گھر سے ہو گا...
آج رات ہم انسپکٹر کامران مرزا کے گھر ڈاکہ ڈالیں گے۔"

"کیا کہا۔ انسپکٹر کامران کے گھر۔" ٹامی اور جوجا اچھل کر کھڑے ہو
گئے۔ ان کے چہروں پر خوف کے سائے تیرنے لگے۔"

"کیوں! کیا ڈر گئے، خوف: تمہارے چہروں پر نظر آرہا ہے یہ تو ہم ان لوگوں کے چہروں پر دیکھنا چاہتے ہیں اور پھر تم باس کو نہیں جانتے مسٹر شو کا اس معاملے میں ہم سب کے استاد ہیں، ان کے بیان کے مطابق ہمیں جس گھر میں ڈاکہ ڈالنے کا حکم ملے گا وہ گھر ہمیں بالکل خالی ملے گا..."

"تو کیا آج رات انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے بیوی بچے بھی اپنے گھر میں نہیں ہوں گے۔"

"ہاں! اس وقت رات کے آٹھ بجے ہیں اور وہ لوگ کہیں جانے کی تیاری میں مصروف ہوں گے جب کہ ہم وہاں رات کو ٹھیک گیارہ بجے موجود ہوں گے... بس اب کوئی سوال نہ کرنا، اب گروہ کے ممبروں کو تیار رہنے کی ہدایت کر دو۔"

یہ کہتے ہوئے تنویر اٹھ کر کھڑا ہو گیا، کامی اور جوجا کمرے سے نکل کر سیڑھیاں اترنے لگے۔ یوں تو اس عمارت میں لفٹ بھی لگی تھی لیکن وہ ایک عرصے سے خراب تھی اور جان بوجھ کر اسے ٹھیک نہیں کرایا گیا تھا۔ ان دونوں کے جانے کے بعد تنویر اندرونی کمرے میں داخل ہوا، اس نے ایک الماری کھولی، الماری میں سے ٹین کا ایک چوکور ڈبہ نکالا اس میں ایک چوکور مشین موجود تھی، جس میں کئی رنگین بلب اور سوئچ لگے تھے۔ ایک پلگ بھی موجود تھا۔ اس نے پلگ سوئچ بورڈ میں لگا کر ایک بٹن دبایا تو بلب جلنے لگے۔ وہ چند سیکنڈ تک سبز رنگ کے بٹن کو دبائے رہا، یہاں تک کہ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہیلو تنویر۔ کہو کیسا رہا"

"سب تیاری مکمل ہو گئی مسٹر شوکا"۔ تنویر نے اپنے دل میں ایک انجان سا خوف محسوس کرتے ہوئے کہا، نہ جانے کیوں اسے اپنے باس شوکا کی آواز سے خوف محسوس ہوتا تھا، ایسے میں وہ یہ سوچا کرتا کہ اگر کبھی شوکا اس کے سامنے آگیا تو اس کا کیا حال ہو گا۔ "تو پھر رات کو گیارہ بجے میں تمہارے پیغام کا انتظار کروں گا۔ پہلا ڈاکہ اگر ہم نے کامیابی سے ڈال لیا تو پھر کام بہت آسان ہو جائے گا۔"

"لیکن باس! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر اجازت ہو تو پوچھ لوں۔"

"ضرور پوچھو! دوسری طرف سے کہا گیا۔"

"پہلا ڈاکہ آپ انسپکٹر کامران مرزا کے گھر میں ڈلوا رہے ہیں، لیکن اس کے گھر میں بھلا کیا ہو گا، وہ تو صرف ایک انسپکٹر ہے۔"

"یہی تو تم جانتے نہیں۔ انسپکٹر کامران مرزا کے والد اپنے زمانے کے بہت مشہور تاجر تھے، باپ کے زمانے کی کئی نادر چیزیں اس کے پاس ہیں۔ دراصل میں نقد رقم سے زیادہ ایسی چیزوں کا شوقین ہوں۔"

"بہت خوب! کیا ہم صرف نقدی اور نادر قسم کی چیزیں سمیٹیں گے یا کچھ اور بھی۔"

"کاغذات کی صورت میں جو چیزیں ہاتھ لگے، اُسے ہرگز نہیں چھوڑو گے، وہ ہر حال میں ساتھ لے کر آؤ گے۔" شوکا کا لہجہ سخت ہو گیا۔ تنویر بوکھلا گیا۔ اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں ابھر آئیں۔

"کیا میں نے یہ بات تمہیں پہلے نہیں بتائی؟" شوکا نے ایک سیکنڈ ٹھہر کر کہا۔

"میرا خیال ہے، آپ نے ضرور بتائی تھی؟"

"تو پھر آئندہ وہ بات جو میں بتا چکا ہوں، دوبارہ نہ پوچھنا" دوسری طرف سے غرا کر کہا گیا اور آواز آنی بند ہو گئی۔

انسپکٹر کامران نے کوٹ پہنتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

"بیگم تمہارے تیار ہونے میں ابھی کتنی دیر ہے، تم سے پہلے میں تیار ہو چکا ہوں اور مجھ سے پہلے آفتاب اور اس سے پہلے آصف... آخر تم ابھی تیار ہونے میں اور کتنا وقت لوگی؟"

"تو بہ ہے، آپ اچھی طرح جانتے ہیں، میں ایسے فضول کام میں ہرگز وقت برباد نہیں کرتی جیسا کہ دوسری عورتیں گھنٹوں میک اپ میں لگی رہتی ہیں، میں تو گھر کی چیزیں سمیٹ رہی ہوں۔" دوسرے کمرے سے بیگم کامران کی آواز سنائی دی۔

"ان چیزوں کو صبح آ کر سمیٹ لیں گے، تم تو جانتی ہو کہ شیخ افتخار احمد صاحب میرے کتنے گہرے دوست ہیں، اگر ہم ذرا بھی دیر سے پہنچے تو

"اگر آپ بھی چاہتے ہیں تو یونہی چھوڑے دیتی ہوں، لیکن پہلے یہ سن لیں کہ زیورات تک اِدھر اُدھر بکھرے پڑے ہیں، تجوری کھلی پڑی ہے... اور میرے تمام قیمتی لباس الماری میں بغیر تالے کے لٹکے ہوئے ہیں، میں چاہتی تھی زیورات کو تجوری میں بند کر دوں اور کپڑوں کی الماری کو تالا لگا دوں۔"

"ارے تو یہاں کون سے چور یا ڈاکو آ رہے ہیں... چھوڑ دو ان چیزوں کو اسی طرح۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"آپ بھی حد کرتے ہیں، چوروں اور ڈاکوؤں کو آتے بھلا کیا دیر لگتی ہے۔" بیگم کامران مرزا نے کہا۔

"امی جان بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں ابا جان! اب چور اور ڈاکو پیدل یا گھوڑوں پر نہیں، کاروں یا جیپوں پر آتے ہیں اور ڈاکہ ڈال کر دندناتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔" برآمدے سے آفتاب نے بلند آواز میں کہا، وہاں وہ دونوں تیار بیٹھے تھے۔

"تو کیا ہوا ہم بعد میں ان کا سراغ لگا لیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"واہ! کیا اچھی ترکیب ہے، آخر چوری ہونے ہی کیوں دی جائے۔" بیگم کامران کی آواز سنائی دی۔

"تم کچھ نہیں جانتیں، آجکل چور اور ڈاکو بہت ماڈرن ہو گئے ہیں بیچاری تجوریاں اور بہترین قسم کے تالے انگلی کے ایک اشارے سے

کھول لیتے ہیں۔"

"آپ تو گھر میں چوری کرانے پر تل گئے۔" بیگم کامران نے سب جن سے کہا۔

"شاید اس لئے کہ ایک عدد کیس مفت میں ہاتھ آجائے گا۔"

آفتاب نے جھک کر کہا۔

"تو کیا اس سے پہلے انکل کیس مول لیتے ہیں۔" آصف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہائے ـــــ یہ کون بولا تھا، کہیں آصف کے اندر میری روح تو نہیں آگئی۔" آفتاب نے مارے حیرت کے پلکیں جھپکا لیں۔

"اگر تمہاری روح میرے اندر آگئی ہے تو تم کس طرح بول رہے ہو۔"

آفتاب نے کہا۔

"اس طرح کہ میں روح سے نہیں، زبان سے باتیں کر رہا ہوں۔"

آفتاب نے فوراً جواب دیا۔

"لیکن، جب جسم روح سے خالی ہو جائے تو زبان بھی کام نہیں کرتی۔"

"میری تو کر رہی ہے ـــــ یہ دیکھو۔" یہ کہہ کر آفتاب نے زبان نکال کر دکھائی۔

"تو پھر تمہاری روح ابھی تمہارے جسم میں ہو گی۔" آصف مسکرایا۔

"تم میری روح کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"میں کیوں پڑتا، تمہاری روح ہی میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔"

آصف بولا۔

"شاید آج تم لوگ روحوں کے علاوہ کسی موضوع پر بات نہیں کرو گے"
انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جس موضوع پر آپ فرمائیں بات کر لیتے ہیں۔"

"یہ سوچ کر شیخ افتخار احمد صاحب کو یکایک اپنے دوستوں کو دعوت دینے کی کیا سوجھ گئی اور وہ بھی رات بھر کا پروگرام۔" "غضب خدا کا ہمیں ساری رات جاگ کر گزارنا ہو گی۔"

"اچھا ہے ۔ کل دن میں چھٹی منائیں گے۔" آصف نے خوش ہو کر کہا

"وہ تو کل ہے ہی چھٹی ۔ ۔ ۔ شاید تم بھول گئے، کل یوم آزادی ہے۔

"او! یہ تو بہت بُرا ہوا۔" آفتاب نے مایوس ہو کر کہا۔

"کیا مطلب اس میں بُرا کیا ہوا"، آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"بُرا یہ ہوا کہ اگر کل یوم آزادی نہ ہوتی تو ہم سکول سے چھٹی کرتے اور یوم آزادی کی چھٹی دو چار دن بعد آجاتی یا پرسوں ہوتی تو کتنا مزا آتا۔"

"چھوڑو یار! اِدھر اُدھر کی نہ ہانکو، مَیں جانتا ہوں، تم سے چھٹی والا دن گزارے نہیں گزرتا، سارا دن بور ہوتے رہتے ہو اور سکول کو یاد کرتے رہتے ہو۔" آصف نے کہا۔

"وہ تو چھٹی ہونے کی صورت میں یاد کرتا ہوں۔ چھٹی ہونے کی صورت میں چھٹی کو یاد کرتا رہتا ہوں۔"

"کرتے رہو بھائی۔" آصف نے تنگ آکر کہا۔

اتنے میں انسپکٹر کامران مرزا اور بیگم کامران مرزا باہر آتے نظر آئے۔

"امی جان! آپ نے تمام چیزیں سمیٹ لیں یا ابا جان کی مرضی کے مطابق ہر چیز یونہی چھوڑ دی۔"

"ہر چیز یونہی چھوڑنا بڑی بات ہے بیٹا! تم دونوں کا بہت بہت شکریہ۔" بیگم کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

"ہائیں! یہ آپ ہم دونوں کا شکریہ کس سلسلے میں ادا کر رہی ہیں۔"

"اس سلسلے میں کہ تم نے انہیں باتوں میں لگا لیا اور میں نے اپنا کام مکمل کر لیا۔" بیگم کامران مرزا نے مسکرا کر انسپکٹر کامران مرزا کی طرف اشارہ کیا

"اس کا مطلب ہے، تم مجھے چکر دے گئیں۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"چکر تو خیر آپ کو کون دے سکتا ہے۔ آپ جان بوجھ کر چکر میں آ گئے ہوں گے۔"

"فی الحال تو میں اس چکر میں ہوں کہ شیخ افتخار نے دعوت کا پروگرام کیسے بنا لیا، دو چار دن پہلے سے اطلاع ہوتی، تب بھی مجھے حیرت نہ ہوتی ..... آج دوپہر ہی اس نے فون کیا کہ رات کو دعوت ہے .... یہ دعوت مجھے بہت عجیب سی لگ رہی ہے۔"

"شکر ہے، عجیب کے ساتھ غریب نہیں لگ رہی۔" آصف مسکرایا۔

"یار کسی وقت زبان کو دانتوں تلے دبا کر بھی بیٹھ جایا کرو۔" آصف نے چلا کر کہا۔

"اس طرح تو زبان کٹ جائے گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے گھر سے باہر آئے تو یہاں ایک کار موجود تھی۔

وہ کار کو دیکھ کر چونکے۔

ڈرائیور نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"جناب یہ کار شیخ صاحب نے آپ کے لئے بھیجی ہے۔" اس نے ادب سے کہا۔

"تمہارا نام؟" انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی سے پوچھا۔"

"شریف خان۔"

"ڈرائیور... میں ایک چیز اندر بھول آیا ہوں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور واپس مڑ گئے۔ باقی لوگ دروازے ہی میں ٹھہر گئے تھے۔

وہ اندر آئے اور شیخ افتخار احمد کے نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے کامران سے فوراً ہی کسی نے کہا۔

"یہ شیخ افتخار کا گھر ہے، آپ کو کس سے ملنا ہے۔"

"انہی سے۔" "تم شاید ریاض ہو۔" انہوں نے کہا۔

"اوہ انسپکٹر صاحب آپ... ابھی گھر سے ہی بول رہے ہیں، صاحب کا تو خیال تھا کہ آپ چل پڑے ہوں گے۔"

"کیا یہاں سے ہمارے لئے کوئی کار بھیجی گئی ہے۔" انہوں نے پوچھا۔

"مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں، ٹھہرے میں صاحب کو بلاتا ہوں۔"

چند لمحے بعد شیخ افتخار کی آواز سنائی دی۔

"یار عجیب آدمی ہو، ابھی یہیں باتیں بنا رہے ہو۔"

"ہاں بھیجی ہے، کیوں کیا ہوا؟" شیخ افتخار نے چونک کر کہا۔

"دراصل تمہاری کار کا نمبر مجھے معلوم تھا، اس لئے میں الجھن میں پڑ گیا تھا کہ کار اگر تم نے بھیجی ہے تو نمبر اور کیوں ہے؟" انہوں نے کہا۔

"اس بات کو چھوڑو میری کار اس وقت نہ جانے کہاں ہو گی، یہاں پہنچ جانے والے مہمانوں کی کئی کاریں موجود تھیں، بس میں نے ان میں سے ایک بھیج دی، فکر نہ کرو اس میں بیٹھ کر آ جاؤ۔"

"ویسے یہ اچانک دعوت بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"یہاں آؤ گے تو سمجھ میں آ جائے گی۔"

"اچھی بات ہے، میں پہنچ رہا ہوں۔" انہوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

چند سیکنڈ تک کھڑے کچھ سوچتے رہے، انہیں عجیب سا احساس ہو رہا تھا، آخر باہر نکلے، گھر کو تالا لگایا اور سب کے ساتھ کار میں بیٹھ گئے۔

کار تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی، انسپکٹر کامران مرزا بار بار عقبی آئینے کی طرف دیکھ رہے تھے، لیکن انہیں تعاقب کرنے والی کوئی کار دور دور تک نظر نہ آئی... اس کے باوجود وہ فکر مند سے تھے، آخر ان سے رہا نہ گیا، بولے:

"مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے، جیسے یہ دعوت ہمارے خلاف ایک سازش ہو۔"

"تو جانے کا پروگرام کینسل کر دیں۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"یہ بھی نہیں ہو سکتا نا... افتخار سے میرے تعلقات بہت پرانے

ہیں، وہ کیا سوچے گا۔"

"تو پھر اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیں، دیکھا جائے گا۔" آصف بولا۔

"ہاں! یہی بات ٹھیک ہے۔" انہوں نے کہا اور خاموش ہو گئے۔

"تھوڑی دیر بعد کار ایک شاندار کوٹھی کے سامنے رکی، وہ نیچے اترے، شیخ افتخار ایک خوبصورت نوجوان کے ساتھ دروازے میں کھڑے تھے، وہ آگے بڑھے تو انہوں نے تعارف کرایا۔

"یہ انسپکٹر کامران مرزا، بیگم کامران مرزا اور ان کے بچے ہیں۔ اور کامران یہ میرے دوست شوکت بیگ ہیں، مغربی جرمنی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ابھی کچھ ہی دن ہوئے آئے ہیں، آج کی یہ دعوت ان کے اعزاز میں ہی ہے۔ اور ہاں تم نے کار کے بارے میں پوچھا تھا.... کار ان کی ہی تھی"

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" انہوں نے ان سے مصافحہ کیا اور پھر اندر آ کر دوسرے مہمانوں کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھ گئے، شیخ افتخار احمد اور شوکت بیگ مہمانوں کا استقبال کرنے کے لئے باہر ہی رہ گئے تھے، آخر تھوڑی دیر بعد تمام مہمان آ گئے۔

دعوت کا پروگرام لمبا چوڑا تھا، سب سے پہلے کھانا پیش کیا جانا تھا اس کے بعد آئس کریم اور بوتلیں، پھر باغ میں ٹہلتے ہوئے خوش گپیاں کی جاتیں اور اس دوران کافی یا چائے کا دور چلتا رہتا، لطیفے بازی ہوتی اس طرح ساری رات گزارنا تھی، پھر جونہی شیخ افتخار کامران مرزا کے قریب آئے، وہ اٹھ کر انہیں بازو سے پکڑ کر ایک گوشے میں لے گئے۔۔

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ دعوت کا پروگرام اچانک کیسے بن گیا"
"بھئی بس! آج ہی شوکت بیگ مجھ سے ایک عرصہ بعد ملنے آیا اور میں نے دعوت کا پروگرام بنا لیا۔۔۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟
انہوں نے مسکرا کر کہا۔
"پہلے تو تم نے کبھی شوکت بیگ کا ذکر نہیں کیا"
"بہت عرصے کا ملک سے باہر گیا ہوا تھا، آدمی نظروں سے اوجھل ہو تو اس کا ذکر بھی گفتگو کے دوران مشکل سے ہی آتا ہے" افتخار احمد نے جواب دیا۔
"کہیں ایسا تو نہیں کہ اس دعوت کے لئے اس نے خود فرمائش کی ہو"
انسپکٹر کامران نے انہیں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔
"نہیں۔۔۔ ایسی تو کوئی بات نہیں، آخر تم اتنے الجھن میں کیوں مبتلا ہو گئے ہو" افتخار احمد نے کس قدر جھلا کر کہا۔
"اس لئے کہ میں تمہاری ایک عادت سے اچھی طرح واقف ہوں"
انسپکٹر کامران مرزا یہ کہتے وقت مسکرائے "اور وہ یہ ہے کہ تم کوئی کام بھی باقاعدہ منصوبہ بنائے بغیر نہیں کرتے۔۔۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دعوت کا پروگرام اچانک بن جائے۔
شوکت بیگ اگر آج تم سے ملاقات کرنے آیا تھا تو یہ ضروری نہیں تھا کہ دعوت بھی آج ہی دی جاتی، اس کا اعلان ایک ہفتے یا چند دن بعد کیا جا سکتا تھا"

انسپکٹر کامران مرزا نے دیکھا، ان کے ان کے الفاظ کے ساتھ ہی شیخ افتخار احمد کا سر جھک گیا...... آنکھوں میں شرمندگی تیرنے لگی، انسپکٹر کامران نے ان کی بدلتی حالت کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور پھر جلدی سے بولے:

"میرے دوست: سوچنے اور شرمندہ ہونے کا وقت نہیں ہے، جلدی سے اصل بات بتا دو، کہیں دیر نہ ہو جائے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا پوچھ رہے ہو اور مجھے کیا بتانا چاہیئے۔"

"اس کا مطلب ہے، کوئی بات ہے ضرور۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے،

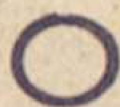
"ہاں! لیکن میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں اور میرے بیوی بچے اسی وقت واپس جائیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا کا لہجہ ناگوار ہو گیا۔

"نہیں نہیں! خدا کے لیئے ایسا نہ کرنا...... اچھا ٹھہرو...... میں بتاتا ہوں۔"

شیخ افتخار احمد نے کہا اور انسپکٹر کامران مرزا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔

شوکا



چاند کی آخری تاریخیں تھیں، گلی میں گہری تاریکی تھی میونسپل کارپوریشن کا بلب شاید فیوز ہو گیا تھا۔ ایسے میں تین سائے انسپکٹر کامران مرزا کے دروازے کے تالے پر جھکے ہوئے تھے، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پنسل ٹارچ تھی، وہ کبھی کبھی تالے پر روشنی ڈال لیتا، باقی دو اس میں باری باری چابیاں لگا رہے تھے۔

"میں تم دونوں کو ایک منٹ سے زیادہ نہیں دے سکتا۔" ٹارچ والے نے کہا، یہ آواز تنویر کی تھی۔

"ہم نے بڑے بڑے پیچیدہ تالے کھول ڈالے ہیں، یہ بھی ہمارے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹکے گا۔" جوجے نے کہا۔

"اگر نہ کھل سکا تو ایٹمی شعاع استعمال کر لیں گے، لیکن اس کے استعمال

کی اجازت صرف اس وقت دی گئی ہے جب کوئی چارہ نہ رہے۔"
تنویر بولا۔

لیکن اس وقت ہلکی سی کلک کی آواز نے انہیں بتایا کہ
تالہ کھل گیا ہے۔

"واہ بھئی... ٹامی... تم دونوں کا جواب نہیں"، تنویر نے خوش ہو کر
کہا۔ ہم نے آدھا میدان مار لیا ہے، اب تجوری کا تالا رہتا ہے۔"

"آؤ اسے بھی دیکھ لیتے ہیں۔"

وہ اندر داخل ہو گئے اور ایک ایک کمرے کو دیکھتے ہوئے
تجوری والے کمرے میں آ گئے، انہوں نے دیکھا تجوری پر نمبروں والا تالہ
لگا ہوا تھا۔

"اسے نمبروں والا تالہ... کیا ایٹمی شعاع استعمال کرنا پڑے گی؟"
تنویر نے کہا۔

"ابھی نہیں! پہلے ہم کوشش کر کے دیکھ لیں، ظاہر ہے، ہمیں جلدی
تو ہے نہیں۔ اطمینان سے کام کر سکتے ہیں"، ٹامی نے کہا۔

"نہیں ٹامی! جلدی کی ضرورت ہے، انسپکٹر کامران مرزا کو معمولی آدمی
نہ سمجھو! انہوں نے اگر کسی بات کو تاڑ لیا تو پھر وہ فوراً واپس پلٹ پڑے گا۔
اور اس صورت میں ہمارے لئے مشکل ہو جائے گی۔

"تم فکر نہ کرو، ابھی ایک منٹ میں تالا کھل جائے گا"، ٹامی نے کہا اور
دونوں تالے پر جھک گئے۔

کمرے کا بلب ابھی نہیں جلایا گیا تھا۔ تنویر بدستور پنسل ٹارچ روشن کئے ہوئے تھا، کیونکہ اس تالے میں چابی تو لگتی نہیں تھی کہ اندھیرے میں ہی چابیاں آزماتے چلے جاتے۔ آخر ایک منٹ پورا ہو گیا، تنویر نے بے صبری سے کہا،

"بس! اب میں اور وقت نہیں دے سکتا۔"

"دیکھو! آج پروگرام کا پہلا دن ہے، پہلے ہی دن شعاعی پستول کو کام میں نہیں لانا چاہیئے۔ تم ہمیں کم از کم تیس سیکنڈ اور دو۔"

"اچھی بات ہے، باس کا حکم بھی یہی ہے کہ شعاعی پستول انتہائی مشکل حالات میں استعمال کی جائے۔" تنویر نے کہا۔

عین اس وقت تالا کھل گیا۔ ان کے چہروں پر خوشی کھل گئی۔ انہوں نے تمام نقدی اور زیورات پلاسٹک کے ایک تھیلے میں بھرے، پھر تجوری کے دوسرے خانوں کا جائزہ لیا اور کاغذات کی صورت میں بھی جو کچھ موجود تھا، نکال لیا گیا، ٹامی اور جوجے نے اس پر حیرت کا اظہار کیا۔

"کاغذات ساتھ لے جانے کی ضرورت ہے؟"

"باس کا حکم!" تنویر نے مختصر جواب دیا۔

سب کچھ سمیٹنے کے بعد جوجے نے کارڈ تجوری کے اندر رکھ دیا اور واپس مڑے۔

"کیا تجوری کا دروازہ بند نہ کر دیں!" تنویر نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا" ٹامی نے کہا اور دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ اس طرح انہوں نے بیرونی دروازے کا بھی تالا لگا دیا اور اب باہر سے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اندر ڈاکہ ڈالا گیا ہے۔

انہوں نے ارد گرد تاریکی میں پھیلے ہوئے ساتھیوں کو پنسل ٹارچ سے واپسی کا اشارہ کیا اور تینوں اپنی کار کی طرف بڑھے ٹامی اور جوجا پچھلی سیٹ پر بیٹھے اور تنویر ڈرائیونگ سیٹ پر۔

جونہی وہ کار گلی سے نکال کر سڑک پر لایا، دوسری طرف سے ایک کار تیزی سے گلی کی طرف آتی نظر آئی۔ اس نے چونک کر کار کو دیکھا۔ اس نے یک دم کار کی رفتار بڑھا دی۔ وہ سڑک پر ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور تیر کی طرح نکلتی چلی گئی۔





شیخ افتخار احمد انہیں لے کر اپنے کمرے میں آئے اور پھر رازدارانہ لہجے میں کہنے لگے۔

"شوکت بیگ بیشک میرا بہت گہرا دوست ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ ایک عرصے بعد مغربی جرمنی سے واپس آیا ہے اور مجھ سے آج ہی ملاقات کے لئے آیا تھا۔ لیکن اس وقت میرے ذہن میں اس کے اعزاز میں دعوت دینے کا خیال تک نہیں آیا تھا یہ خیال تو اس ٹیلیفون نے دلایا ہے۔"

"ٹیلی فون نے، کیا مطلب؟" انسپکٹر کامران مرزا چونکے۔ ان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"ہاں! ابھی شوکت بیگ کو آئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ

فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو ایک خوفناک آواز سنائی دی، اس آواز نے کہا۔

"شوکت بیگ کے اعزاز میں دعوت کا انتظام کرو اور اس دعوت میں اپنے تمام دوستوں کو دعوت دو، کوئی دوست رہ نہ جائے۔۔۔ اگر کوئی رہا تو اچھا نہ ہو گا اور اگر دعوت کا انتظام نہ کیا تو تمہارے بچوں کو اغوا کر لیا جائے گا اور پھر تم ان کی صورت بھی نہ دیکھ سکو گے۔۔۔ فون پر یہ الفاظ سن کر میری سٹی گم ہو گئی۔ میں ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا لیکن دوسری طرف سلسلہ منقطع ہو گیا۔۔۔ میں نے اس مسئلے پر بہت دیر تک سوچا اور آخر دعوت کرنے کا فیصلہ کر لیا، کیونکہ بچوں کے بارے میں سوچتے ہی میرے دل میں ہول سا آنے لگا تھا، میں نے دل میں کہا، ایک دعوت پر خرچ ہی کتنا آئے گا، زیادہ سے زیادہ دس ہزار روپے ہو جائیں گے، لیکن ایسا نہ ہو دس ہزار روپے بچانے کے چکر میں میں اپنے بچوں سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔ بس میں نے شوکت بیگ سے کہہ دیا کہ اس اعزاز میں دعوت دینا چاہتا ہوں۔۔۔ اور یہ دعوت آج ہی ہو گی، اس نے حیرت ظاہر کی اور پھر کسی دن دعوت کرنے کے لئے کہا مگر میرے سامنے اس کی ایک نہ چلی اور اس طرح یہ دعوت دی گئی، اب تم ہی بتاؤ، میں کیا کرتا، یہ کہہ کر شیخ افتخار احمد خاموش ہو گئے۔

"دعوت کا فیصلہ کرنے سے پہلے تم مجھ کو فون کر سکتے تھے، یقین کرو میں تمہیں دعوت سے کبھی نہ روکتا، لیکن اس صورت میں ہم احتیاطی

تدابیر کر چکے ہوتے" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔
"احتیاطی تدابیر... آخر تم کیا کرتے اور اس کی ضرورت ہی کیا ہے

ان کا مطالبہ تو میں نے پورا کر دیا ہے"، شیخ افتخار نے کہا۔
"تم نے دراصل اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ فون کرنے والا چاہتا
کیا ہے، آخر اس دعوت سے اس کا مطلب کیا ہے" انہوں نے کہا۔
"ہاں! یہ ٹھیک ہے، میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا، کیا تم
کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہو۔" انہوں نے پوچھا۔
"ہاں! میں ایک حد تک اندازہ لگا چکا ہوں... یہاں موجود تمام
مہمانوں میں سے کسی کو کوئی پریشانی لاحق ہونے والی ہے... کیا سب
لوگ بیوی بچوں سمیت آئے ہوئے ہیں" انہوں نے کہا۔
"ہاں! فون کرنے والے کی ہدایت بھی تھی کہ تمام دوستوں کو بیوی
بچوں سمیت بلایا جائے۔"
"اوہ! اس کا مطلب ہے ہم سب کے گھر خالی پڑے ہیں۔" ان کے
منہ سے نکلا۔

"کیا مطلب ہے"، شیخ افتخار چونکے۔
"مطلب تو اب صبح ہی معلوم ہوگا... خدا جانے یہ کیا چکر ہے...
ہاں! کیا تم بتا سکتے ہو کہ فون کرنے والے کی آواز کیسی تھی"
"بہت خوفناک، بھدی قسم کی، یوں لگتا تھا جیسے کئی حصوں میں
پھٹ گئی ہو۔"

"ہوں! اچھا.... پارٹی جاری رکھو، میں کچھ دیر کے لئے ایک جگہ جا رہا ہوں۔ جلد ہی واپس آؤں گا، کوئی میرے بارے میں پوچھے تو اس کا نام ذہن میں رکھنا اور اسے کچھ نہ بتانا، بس یہ کہہ سکتے ہو کہ یہیں کہیں ہوں گے.... بچے پوچھے تو آنکھوں سے اشارہ کر دینا، یہی کافی ہو گا۔ پھر وہ کوئی سوال نہیں کریں گے۔"

"تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟" شیخ افتخار احمد نے پریشان ہو کر کہا۔

"ابھی میں کچھ نہیں بتا سکتا، خود مجھے معلوم نہیں کہ میں کہاں جاؤں گا".... دعا کریں تا ہم سب پریشانیوں سے محفوظ رہیں۔"

"آمین!" شیخ افتخار احمد کے منہ سے فکر مندانہ لہجے میں نکلا اور اس کے ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! مجھے ایک کار کی ضرورت ہے، لیکن ساتھ میں ڈرائیور نہ ہو کار خود میں چلاؤں گا۔"

"باہر کھڑی کاروں میں سے کوئی بھی کار لے جاؤ، ان لوگوں کو ابھی کار کی ضرورت پڑے گی ہی نہیں۔"

"لیکن کار کی چابی کی بھی ضرورت ہو گی۔"

"آؤ میرے ساتھ۔"

وہ انہیں لے کر باہر آئے اور ہال سے نکلتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بڑھے، افتخار احمد نے ایک نظر کاروں پر

ڈالی اور پھر بولے۔

"وہ رہی میری اپنی کار، ڈرائیور اس میں ہی بیٹھا ہوگا۔ اسے میری طرف بھیج دو اور ہاں ذرا جلدی واپس آنے کی کوشش کرنا میری پریشانی بڑھتی جا رہی ہے"

"تم سے زیادہ پریشان میں خود ہوں"

انسپکٹر کامران مرزا نے کار لی اور برق رفتاری سے چلانے لگے ۔۔۔ سب سے پہلے وہ اپنے گھر کا جائزہ لینا چاہتے تھے، کیوں کہ پارٹی میں انہیں کوئی ایسا سرکاری افسر نظر نہیں آیا تھا جس کے گھر کا جائزہ لینا انہوں نے زیادہ اہم خیال کیا ہو۔

جونہی وہ گھر کے موڑ پر پہنچے، انہوں نے ایک کار کو تیزی سے گلی سے باہر نکل کر ایک جھٹکے سے ہوا ہوتے دیکھا۔ نہ جانے ان کے میں کیا آئی کہ گلی میں داخل ہونے کی بجائے کار اس کے پیچھے ڈال دی اور اب وہ مناسب فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہے تھے ان کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

یہ تعاقب کوئی آدھ گھنٹہ جاری رہا ۔۔۔ پھر انہوں نے اگلی کار کو شہر کی تیسری عمارت میں داخل ہوتے دیکھا ۔۔۔ ان کے ہونٹ بھینچ گئے، وہ واپس پلٹے، اور ایک بار پھر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ گلی سنسان پڑی تھی۔ انہوں نے کار گھر کے سامنے روک دی اور دروازے پر آئے، تالا لگا ہوا دیکھ کر انہیں اطمینان ہوا،

انہوں نے سوچا، میں نے بلا وجہ ہی اتنی بھاگ دوڑ کی، پھر کسی خیال کے تحت انہوں نے تالا کھولا اور اندر داخل ہو گئے، تجوری والے کمرے میں پہنچ کر انہوں نے اس پر نظر ڈالی اور مطمئن ہو کر واپس پلٹے گھر سے نکل کر وہ کار میں بیٹھے اور شیخ افتخار احمد کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

وہ سوچ رہے تھے ... انہیں شاید وہم کی عادت ہو گئی ہے۔ شیخ افتخار کی کوٹھی پر پہنچے تو وہاں پارٹی زور شور سے جاری تھی، وہ سیدھے افتخار احمد کی طرف گئے اور اس کے کان میں بولے۔

"خدا کا شکر ہے۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"مجھے وہم ہو گیا تھا، سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔"

"لیکن ایک سوال ابھی تک میرے ذہن میں گونج رہا ہے آخر فون کرنے والے کا اس پارٹی سے مقصد کیا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"کچھ بھی مقصد رہا ہو، اگر سب خیریت ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں" شیخ افتخار نے خوش ہو کر کہا۔

اور انسپکٹر کامران مرزا بچوں کی طرف چلے آئے، انہوں نے دبی آواز میں انہیں ساری بات بتائی۔ دونوں سوچ میں پڑ گئے۔ آخر آفتاب نے کہا،

"ابا جان! کیا آپ نے تجوری کھول کر دیکھ لی تھی۔"

"نہیں، اس کا بند تالہ دیکھ کر میں نے کھولنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔"

"میرا خیال ہے، اسے بھی کھول کر دیکھ لینا چاہیئے تھا.... آج کل لوگ نمبروں والے تالے بھی کھول لیتے ہیں، جیرال والے کیس میں انکل انسپکٹر جمشید نے بھی تجوریاں کھول لی تھیں۔" آفتاب نے کہا۔

"اوہ! تم ٹھیک کہتے ہو، مجھ سے غلطی ہوئی، خیر میں ابھی واپس جاتا ہوں.... ان کا ٹھکانا تو میں دیکھ ہی آیا ہوں.... گھر میں حالات ٹھیک دیکھ کر میں نے یہ خیال کیا تھا کہ وہ غیر متعلق لوگ تھے، لیکن اب اگر گھر میں کوئی گڑبڑ ہے تو پھر مجھے وہاں بھی جانا ہوگا۔"

"تو ابا جان! ہمیں بھی لے چلیئے.... اب اس دعوت میں ہمارے لئے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی۔"

"اچھی بات ہے۔ لیکن پہلے اپنی امی سے تو پوچھ لو۔"

بیگم کامران مرزا نے بھی واپسی کا ارادہ ظاہر کیا، یوں بھی رات کے بارہ بج رہے تھے۔ اور ایک حد تک دعوت میں وہ شریک ہو چکے تھے، چنانچہ انہوں نے شیخ افتخار سے بیگم کی طبیعت خراب ہونے کا بہانا بنایا اور انہی کی کار میں واپس روانہ ہو گئے، لیکن اس مرتبہ ڈرائیور کو ساتھ لے لیا گیا، تاکہ کار واپس لائی جا سکے۔

آدھ گھنٹے بعد وہ اپنے گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ ڈرائیور کو انہوں نے باہر ٹھہرنے کے لئے کہہ دیا تھا.... تجوری والے کمرے

میں آ کر انہوں نے تالا کھولا اور تجوری کے پٹ کھول دیئے، دوسرے ہی لمحے ان کی آنکھیں مارے حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں، تجوری

بالکل خالی پڑی تھی۔ ... اس میں اگر کچھ تھا تو صرف ایک کارڈ!

آفتاب نے اسے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔

"خبردار اسے ہاتھ نہ لگانا ... ڈاکوؤں کے کسی ساتھی کی انگلیوں کا نشان اس پر ضرور ہوگا۔"

انہوں نے کارڈ کو اسی طرح رہنے دیا اور سر اندر داخل کر کے اسے دیکھا، اس پر موٹے لفظوں میں شو کا لکھا تھا ... اس کے ساتھ ہی ایک خنجر کھڑا تھا، جس کی نوک خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اس کارڈ کو دیکھ کر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں، انسپکٹر کامران مرزا فوراً فون کی طرف جھپٹے۔ انہوں نے شیخ افتخار کے نمبر ڈائل کیئے دوسری طرف سے جلد ہی افتخار احمد کی آواز سنائی دی، تو انہوں نے کہا۔

"آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔"

"کیا مطلب؟" شیخ افتخار احمد بری طرح چونکے۔

"میرے گھر میں ڈاکہ ڈالا گیا ہے، تجوری میں سے سب کچھ سمیٹ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ کچھ بہت ہی ضروری سرکاری کاغذات بھی وہ لوگ لے گئے ہیں۔"

"اوہ! لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے تو تم نے بتایا تھا کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہے"
"تجوری کا بند دروازہ دیکھ کر میں نے بھی اندازہ لگایا تھا، تجوری کو کھول کر نہیں دیکھا تھا۔"

"اوہ! ان کے منہ سے نکلا۔"

"کیا شوکت بیگ پر تمہیں مکمل اعتبار ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

"ہاں! وہ میرا بہت پرانا دوست ہے۔"

"وہ مغربی جرمنی کس چیز کی تعلیم حاصل کرنے گیا تھا۔"

"پلاسٹک سرجری کی۔" شیخ افتخار کے منہ سے نکلا اور انسپکٹر کامران مرزا حیران رہ گئے پھر انہوں نے کہا۔

"اچھی بات ہے، اس سے کوئی بات نہ کرنا۔"

"اچھا۔"

انہوں نے سلسلہ منقطع کر کے دو تین جگہ اور فون کئے، پھر بچوں کی طرف مڑے!

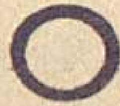
"میں اس عمارت تک جا رہا ہوں، جہاں وہ گاڑی گئی ہے، تم دونوں آرام کرو۔"

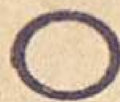
"ایسے میں ہمیں کیا نیند آئے گی۔"

"اچھا تو آؤ۔"

وہ باہر نکلے، ڈرائیور کو انسپکٹر کامران نے اپنی کار دے

کر واپس بھیج دیا اور اس کار میں بیٹھ کر شہر کی تیسری سڑک کی طرف
روانہ ہو گئے۔





تنویر نے ان دونوں کو بیرونی کمرے میں چھوڑا اور خود اندرونی کمرے میں آیا۔ ساڑھے گیارہ بجنے میں ابھی چند سیکنڈ باقی تھے اس نے الماری میں سے وہی ڈبہ نما مشین نکالی اور سوئچ آن کر کے بٹن دبا دیا، فوراً ہی جواب ملا۔

"میں اس طرف موجود ہوں تنویر، کیسا رہا"

"ہم کامیاب لوٹے ہیں باس" اس نے کہا۔

"بہت خوب! کاغذات اور دولت جوجے کے ہاتھ ابھی اور اسی وقت میری طرف روانہ کر دو، تم لوگوں کا حصہ میں اس کے ہاتھ بھیج دوں گا" باس کی آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

تنویر باہر آگیا، اس نے جوجے کو باس کا حکم سنایا

اور وہ تھیلا اٹھا کر اسی وقت نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد ٹامی نے کہا۔

"نہ جانے وہ ہمارا کتنا حصہ روانہ کرتا ہے!"

"وہ ہمارا حق نہیں مارے گا۔ ... اور پھر وہ ہمیں ہر ماہ تنخواہ بھی تو دیتا ہے!"

"ہاں! یہ تو ہے ... لیکن یار کس قدر عجیب بات ہے کہ جوجے کے علاوہ کسی کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ملے گا۔ صرف جوجے کو اس کے ٹھکانے کا پتہ ہے، کیا جوجا اس کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ اعتماد آدمی ہے" ٹامی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"نہیں یہ بات تو خیر نہیں! دراصل وہ چاہتا ہے، اس وقت بس صرف ایک آدمی اس کے پتے سے واقف ہو" تنویر نے کہا۔

"مجھے حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس نے انسپکٹر کامران مرزا اور اس کے بیوی بچوں کو گھر سے باہر رہنے پر کس طرح مجبور کر دیا!"

"کوئی ترکیب لڑائی ہو گی، وہ بہت چالاک ہے، اگر ہم پکڑے گئے تو اس کا بال بھی بیکا نہ ہو گا، پولیس کے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہو گا۔ ... نہ اس کا کوئی ریکارڈ موجود ہو گا ... پھنسیں گے تو صرف ہم ہی!"

"ہوں! شوکا والا کارڈ بھی جوجے کے ہاتھ سے رکھوایا گیا ہے، آخر اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے!"

"اس کا جواب تو باس ہی دے سکتا ہے، لیکن اس کی پہلی شرط ملازمت کی یہ ہے کہ ہم اس سے کوئی سوال نہیں پوچھے گے!"

"اچھا بھائی، دیکھا جائے گا۔ اب نہ جانے جو جاگس وقت ....."

ٹامی کے الفاظ درمیان ہی میں رہ گئے ..... اسی وقت اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں تھیں اور پھر اس کا رنگ اڑ گیا، تنویر نے اس کی یہ حالت دیکھ کر جلدی سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر اس کا بھی وہی حال ہوا ..... شاید ان کے فرشتے بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ انسپکٹر کامران مرزا یہاں پہنچ سکتے ہیں، چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے، آخر انسپکٹر کامران مرزا مسکرا کر بولے۔

"تم شاید مجھے اندر آنے کی بھی دعوت نہیں دو گے اس لئے ....."

"ایسی تو کوئی بات نہیں انسپکٹر صاحب، آئیے اندر تشریف لائیے، دراصل ہم آپ کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے تھے۔ حیرت کی بات بھی ہے بھلا آپ کو ہم سے کیا کام آپڑا؟" تنویر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تنویر اور ٹامی ..... تمہیں ایک ساتھ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی شاید میں آج تمہیں پانچ سال بعد دیکھ رہا ہوں، کیا تم گزشتہ پانچ سال سے یہیں رہ رہے ہو۔"

"جی نہیں! ..... ہم نے یہ عمارت ابھی چند ماہ پہلے کرائے پر لی ہے" تنویر نے جلدی سے کہا۔

"اور ان دنوں کر کیا رہے ہو؟" انسپکٹر کامران مرزا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہم نے کچھ کمپنیوں کے حصے خرید رکھے ہیں، ان کا منافع معقول مل

جاتا ہے، اس طرح آسانی سے گزر بسر ہو رہی ہے"

"اس کا مطلب ہے تم نے تالے توڑنے اور تجوریوں پہ ہاتھ صاف کرنے کا کام چھوڑ دیا ہے"

"جی ہاں! کب کا، ہم نے جرائم سے توبہ کر لی ہے"

"بہت خوب! یہ تو بہت اچھی بات ہے، مسلمان کو حلال روزی کھانی چاہیئے"

اب وہ اندر آکر کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔

"دیکھو تنویر! میں تم سے ایک سوال کرنے جا رہا ہوں، اگر تم نے اس کا فوری جواب نہ دیا تو میں بہت بری طرح پیش آؤں گا"

"آپ کو ہمیں دھمکی دینے کا کیا حق ہے، ہم اب شریفانہ زندگی گزار رہے ہیں"

"میں اپنے حق سے اچھی طرح باخبر ہوں، تم یہ بتاؤ، سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہو یا نہیں"

"پوچھئے... اگر مجھے جواب معلوم ہوا تو ضرور دوں گا۔"

"تم آج میری گلی میں کیا کرنے گئے تھے"، انسپکٹر کامران مرزا نے انتہائی تیزی سے سوال کیا،

ایک لمحے کے لئے دونوں اپنی جگہ سے ہل سے گئے،

انسپکٹر کامران مرزا انہیں بغور دیکھ رہے تھے، فوراً بولے۔

"جلدی بتاؤ... ورنہ میں ہاتھ چھوڑ بیٹھوں گا۔"

"کیا آپ کی گلی میں جانا یا ادھر سے گزرنا جرم ہے۔"

"نہیں جرم نہیں ہے، لیکن اس صورت میں ضرور جرم ہے جب میری تجوری خالی ہو اور مال اس جگہ سے برآمد ہو۔"

"آپ بڑی خوشی سے تلاشی لے سکتے ہیں۔"

"بہت خوب... تو مال نہیں اور پہنچایا جا چکا ہے، پھر بھی میں تلاشی ضرور لوں گا،" انہوں نے کہا۔

"آپ کو ضرور غلط فہمی ہو گئی ہے۔"

"میں تلاشی لئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا.... بولو... تلاشی دینے پر آمادہ ہو یا جھگڑا کرو گے۔"

"تلاشی ضرور لیں، لیکن ہماری کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی کوشش نہ کیجئے گا۔"

"اچھی بات ہے.... آصف، آفتاب تم دونوں ان پر کڑی نظر رکھو گے، یہ کوئی غلط حرکت نہ کرنے پائیں،" انہوں نے کہا۔

"بہت بہتر،" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کمرے کی تلاشی شروع کی، لیکن وہاں کیا رکھا تھا، آخر وہ اندرونی کمرے کی طرف بڑھے۔

"وہاں بھی آپ کو کچھ نہیں ملے گا،" تنویر نے کہا۔

"پروا نہیں، تلاشی ضرور لوں گا،" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

وہ سب دوسرے کمرے میں آ گئے، انہوں نے سارے

کمرے کی تلاشی لی اور آخر اس الماری تک پہنچے جس میں وہ ڈبہ نما مشین موجود تھی۔ الماری کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔

"اس تالے کو کھولو۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"الماری میں آپ کے مطلب کی کوئی چیز نہیں ہے" تنویر نے کہا۔

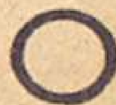
"تو تمہارے مطلب کی تو چیز موجود ہو گی نا، کھولو، میں وہی دیکھنا چاہتا ہوں"

"بہت اچھا!" تنویر نے کندھے اچکائے اور پھر الماری کا تالا کھول دیا پٹ کھول کر انسپکٹر کامران مرزا نے الماری کے تینوں خانوں کا جائزہ لیا، پھر ان کی نظریں اس ڈبے پر جم گئیں، انہوں نے اس کا ڈھکنا اٹھا تو اندر ننھی سی مشین نظر آئی۔ انہوں نے اسے حیرت بھری نظروں سے پھر رخ موڑے بغیر بولے۔

"یہ کیا ہے تنویر خان؟"

تنویر خان کی طرف سے انہیں کوئی جواب نہ ملا ....

انہیں یوں لگا جیسے وہ کمرے میں تنہا ہوں، ان کے اور آفتاب اور آصف کے سوا وہاں کوئی نہ ہو، وہ چونک کر پلٹے اور پھر دھک کر رہ گئے تنویر اور ٹامی ان کی طرف پستول تانے کھڑے تھے۔





جوجے نے اپنے ہاس کے بنگلے پر پہنچ کر دستک دی
وہ اس سے پہلے بھی یہاں کئی مرتبہ آچکا تھا۔ اس کے علاوہ کسی کو یہاں
آنے اور اندر داخل ہونے کی اجازت نہ تھی، دستک کے جواب میں
دروازہ فوراً ہی کھل گیا، لیکن کھولنے والا کوئی نہ تھا۔ اس سے پہلے بھی
دروازہ اسی طرح کھلتا رہا تھا، اس لئے اسے حیرت نہیں ہوئی، وہ بے
دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ اس کے سامنے ایک طویل برآمدہ تھا، اس
برآمدے پر چلتا ہوا وہ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچا، پہلے اس نے

دستک دی اور پھر دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔ کمرہ بہت عالیشان تھا۔ اس پر بہت موٹا قالین بچھا تھا، لیکن کمرے میں کوئی نہیں تھا، وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

اچانک کمرے کا بغل دروازہ کھلا اور سر سے پیر تک سیاہ کپڑوں میں ملبوس ایک آدمی اندر داخل ہوا، اس میں صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے، اسے دیکھتے ہی جوجا کھڑا ہوا۔

"جوجا حاضر ہے باس!"

"بہت خوب! تھیلے کو میز پر الٹ دو" اس کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی، یوں لگا جیسے پھٹا ہوا بالنس بولا ہو"

"بہت بہتر باس!" جوجے نے کہا اور تھیلا الٹ دیا۔

نقدی، زیورات اور کاغذات میز پر بکھر گئے،

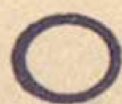
بالنس کی آواز پھر گونجی!

"اس نقدی اور زیورات کے تین حصے کرو، کاغذات الگ کر دو"

جوجے نے ایسا ہی کیا۔

تین میں سے ایک حصہ میز پر ہی چھوڑ دو، کاغذات بھی یہی رہنے دو، دو حصے تم لے جا سکتے ہو، یہ آپس میں تقسیم کر لینا، مگر وہ کے دوسرے کارکنوں کو بھی حصہ ملنا چاہیئے اور انہیں کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیئے اس کے علاوہ ماہانہ تنخواہ بھی تم لوگوں کو ملتی رہے گی اور مہینے میں تین چار ایسے ڈاکے بھی ہوتے رہیں گے، کیوں تم لوگ خوش رہو گے نا!"

مشین چلتی ہے



"جی — جی ہاں — بالکل" جوجے نے کہا۔

"ٹھیک ہے ... اب تم ...."

اس کے الفاظ درمیان ہی میں رہ گئے، اسی وقت کمرے کے ایک کونے میں سوئچ بورڈ کے اوپر لگا ننھا سا سرخ بلب تیزی سے جلنے اور بجھنے لگا تھا، اس نے جوجے سے کہا۔

"ذرا ٹھہرو! تنویر کا کوئی پیغام ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا اور جوجا اسی طرح کھڑا رہ گیا، البتہ اس کے چہرے پر حیرت اور پریشانی کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے آنے سے پہلے تو تنویر نے رابطہ قائم کیا ہی تھا، پھر اتنی جلدی کیا ضرورت پڑ گئی۔

"یہ کیا تنویر، تم تو بُرے کاموں سے توبہ کر چکے ہو اور تم نے تو کچھ کمپنیوں کے حصے خرید رکھے ہیں، پھر پستول کیوں نکال لئے ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا نے طنزیہ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس مشین کو الماری میں رکھ کر پیچھے ہٹ آؤ۔ خبردار کوئی غلط حرکت کی تو تمہارے بچے ساتھ مریں گے۔"

"یہ دھمکی نہ دو بھائی، ساتھ مرنے سے اچھا کچھ نہیں لگتا۔" آفتاب نے بھی مسکرا کر کہا۔

"خاموش! میں نے بہت برداشت کیا ہے، میرا خیال تھا، سرسری تلاشی لے کر چلے جاؤ گے، لیکن تم الماری تک بھی پہنچ گئے..."

"بہت خوب! لو میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں، پھر اب تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"باس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔" اس نے کہا۔

"بہت خوب! بلاؤ اپنے باس کو، میں بھی اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"خاموش رہو اور دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ، چلو جلدی کرو۔"

"چلو بھئی ــــ جلدی کرو، ورنہ یہ بے چارے گولی چلا دیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور الماری سے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ تنویر نے آگے بڑھ کر پلگ سوئچ میں لگایا اور بٹن دبا دیا۔ چند ہی سیکنڈ بعد جواب ملا:

"کیا بات ہے تنویر... اتنی جلدی دوبارہ..."

"جی ہاں! اس لئے کہ انسپکٹر کامران مرزا یہاں موجود ہے، وہ اس مشین تک پہنچ گیا تھا، اس لئے مجھے پستول نکالنا پڑا، وہ یہاں کی تلاشی لے رہا تھا۔"

"اوہ! تم نے بہت اچھا کیا تنویر۔۔۔ شاباش، مشین کا سرخ بٹن دبا کر پیچھے ہٹ جاؤ، اس کے بعد تم پستول جیب میں رکھ لینا، انسپکٹر کامران تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔" اس کے باس نے کہا۔

"جی۔۔۔ کیا مطلب؟"

"جو کہا ہے، وہ کرو۔"

"جی بہت بہتر!" یہ کہہ کر تنویر نے سرخ بٹن دبایا اور پیچھے ہٹ گیا، فوراً ہی مشین نے آگ پکڑ لی، ایک شعلہ سا بھڑکا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ راکھ ہو گئی، آگ تار کے ذریعے سوئچ بورڈ کی طرف جا رہی تھی کہ تنویر نے سوئچ نکال دیا اور وہ بھی جل گیا۔

اس کے ساتھ ہی تنویر نے اپنا پستول جیب میں رکھتے ہوئے کہا!

"ٹامی! تم بھی پستول جیب میں رکھ لو۔"

"کیوں!" ٹامی نے حیران ہو کر کہا۔

"باس کا حکم یہی ہے، اس کا خیال ہے کہ اب انسپکٹر کامران مرزا ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔"

"اوہ!" ٹامی کے منہ سے پُرسکون انداز میں نکلا اور اس نے

بھی پستول جیب میں رکھ لیا۔

یہ دیکھ کر انسپکٹر کامران مرزا مسکراتے ہوئے آگے بڑھے اور پھر پہلے کمرے میں آ کر کرسی پر بیٹھ گئے، ان کے ساتھ آفتاب اور آصف بھی بیٹھ گئے:

"تمہارا باس کافی ذہین ہے، اب میرے پاس تمہارے خلاف کوئی ثبوت نہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ آج رات میرے گھر میں ڈاکہ ڈالنے والے تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں تھے... اور میں بہت جلد تمہارے خلاف ثبوت تلاش کر لوں گا، اس وقت تمہارا باس تمہارے ہاتھوں کو ہتھکڑیوں سے نہیں بچا سکے گا۔"

"آپ ضرور غلط فہمی کا شکار ہیں، ہم دونوں شریف آدمی ہیں، ہم نے جرائم سے توبہ کر لی ہے۔" تنویر نے مسکرا کر کہا۔

"اور ابھی تھوڑی دیر پہلے اس مشین پر اپنے باس سے کیا باتیں کر رہے تھے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ کے کان بجے ہوں گے، میں نے تو کسی باس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔"

"بہت خوب تنویر، اسے لکھ لو اب تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکتے۔" انہوں نے کہا۔

"دیکھئے جناب! بلا وجہ دھمکیاں نہ دیجئے۔" تنویر نے آنکھیں دکھائیں۔

"آؤ بھئی چلیں۔"

انسپکٹر کامران مرزا نے اٹھتے ہو کہا، آصف اور آفتاب نے انہیں حیران ہو کر دیکھا، ان کا تو خیال تھا، وہ تنویر اور ٹامی کی اچھی طرح مرمت کریں گے اور تھانے لے کر جائیں گے، عمارت سے باہر نکلنے کے بعد انسپکٹر کامران نے کہا۔

"مجھ سے بڑی غلطی ہوئی، انہیں شروع سے ہی پستول کی زد پر رکھنا چاہیئے تھا، اس طرح انہیں مشین کے قریب پہنچنے کا موقع نہ ملتا اور اس وقت وہ مشین سمیت ہمارے قابو میں ہوتے، خیر کوئی بات نہیں، ہم بہت جلد یہاں واپس آئیں گے۔"

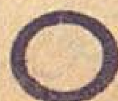
"لیکن آپ ان کے خلاف ثبوت کہاں سے لائیں گے؟"

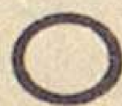
"اس کارڈ پر ان دونوں میں سے کسی کی انگلیوں کے نشانات ضرور ہوں گے۔ ... اور ہمارے ریکارڈ میں ان کی انگلیوں کے نشانات کا ریکارڈ پہلے ہی موجود ہے، بس ان نمبروں کے ملنے کی دیر ہے، ہم انہیں گرفتار کر لیں گے۔" انہوں نے کہا۔

"لیکن اس دوران اگر یہ غائب ہو گئے۔"

"میں ابھی ان کی نگرانی پر کچھ آدمی مقرر کیئے دیتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے انہوں نے کار ایک پبلک فون بوتھ کے سامنے روک دی ...





نقاب پوش واپس اس کمرے میں داخل ہوا تو جوجا ابھی تک اسی طرح کھڑا تھا، پاس نے اس سے کہا۔

"تمہارے دونوں ساتھیوں تک انسپکٹر کامران پہنچ گیا ہے۔"

"جی ۔۔ وہ کیسے پہنچ گیا۔" اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"وہ انسپکٹر کامران ہے ۔۔۔ تم اسے کیا سمجھتے ہو، وہ تو شکر کرو کہ مال لے کر تم ادھر آ گئے تھے، ورنہ اس وقت تینوں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوتے اور میرے لئے تمہاری ضمانتیں کرانا مشکل ہو جاتا۔"

"اوہ! لیکن اب تنویر اور ٹامی کا کیا ہو گا۔" جوجے نے بوکھلا کر کہا۔

"ان کا کیا ہونا، انسپکٹر کامران مرزا انہیں گرفتار نہیں کر سکتا۔"

"جی بھلا کیوں نہیں کر سکتا؟" جوجے نے ہونقوں کی طرح کہا۔

"کیا تمہارے خیال میں وہ انہیں گرفتار کر لے گا؟" باس کے لہجے میں حیرت تھی۔ "جبکہ مال وہاں نہیں ہے۔"

"جی ہاں! اس کے باوجود وہ انہیں گرفتار کر لے گا، اس لئے کہ اس کی تجوری پر ہم تینوں کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں اور محکمہ سراغرسانی کے ریکارڈ میں بھی ہمارے نشانات موجود ہیں۔"

"اوہ احمق ——— یہ تم کیا کہہ رہے ہو، کیا تم وہاں دستانے پہن کر نہیں گئے تھے۔"

"جی نہیں، تنویر نے ہمیں اس کی ہدایت نہیں کی تھی۔" بوجے نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہ۔ پھر تو وہ دونوں خطرے میں ہیں، انسپکٹر کامران مرزا ثبوت حاصل کرنے کے لئے وہاں سے جا چکا ہو گا، ابھی وقت ہے، انہیں بچایا جا سکتا ہے، تم فوراً جاؤ انہیں وہاں سے نکال لاؤ۔"

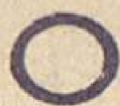
"لیکن باس، ہم جائیں گے کہاں، انسپکٹر کامران مرزا تو ہمیں زمین کے نیچے سے بھی کھود نکالے گا۔" بوجے نے بوکھلا کر کہا۔

"جاؤ ——— انہیں بھی یہیں لے آؤ، پھر میں سوچوں گا کہ تم تینوں کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"جی بہت بہتر ——— میں جاتا ہوں۔"

بوجے نے کہا اور بدحواسی کے عالم میں دوڑتا ہوا باہر نکل گیا، تھوڑی دیر بعد وہ موٹر سائیکل پر بیٹھا اڑا جا رہا تھا۔

دوسری واردات



گھر پہنچتے ہی انہوں نے فوٹو گرافروں کو فون کیا، تاکہ وہ آکر انگلیوں کے نشانات اٹھالیں۔ ماہرین آئے اور اپنا کام مکمل کر کے چلے گئے، انسپکٹر کامران مرزا نے انہیں ہدایت کی کہ رپورٹ جلد از جلد بھیج دیں اور پھر صبح سویرے انہیں رپورٹ مل گئی۔ کارڈ پر پائے جانے والے نشانات بوجے کے تھے جبکہ رات جو جاتو بیہ اور ٹامی کے ساتھ نظر نہیں آیا تھا... البتہ تجوری پر ٹامی کی انگلیوں کے واضح نشانات تھے اور یہ ایک بہت کافی ثبوت تھا، انہوں نے فوری طور پر پولیس کو تیسری سڑک کی تیسری عمارت گھیرے میں لینے کے لئے فون کیا اور پھر خود بھی روانہ ہو گئے۔

جب وہ وہاں پہنچے تو پولیس پارٹی پہلے ہی موجود تھی۔ انہوں نے سب انسپکٹر کو ساتھ لیا اور اوپر والی منزل پر آئے، لیکن کمرے

تو خالی پڑے تھے، یہاں کوئی بھی نہیں تھا... تمام سامان بھی لے جایا جا چکا تھا اور اس طرح انسپکٹر کامران مرزا ناکام لوٹے۔

دوسرے دن کے اخبارات نے انسپکٹر کامران مرزا کے گھر میں ڈاکے کی خبر کو بڑی بڑی سرخیوں سے شائع کیا، لوگ حیرت زدہ رہ گئے... بات تھی بھی حیرت کی... انسپکٹر کامران مرزا سے تو جرائم پیشہ لوگ یوں ہی دور بھاگتے تھے اور کہاں ان کے گھر میں ڈاکے کی کامیاب واردات ڈاکو نہ صرف نقدی اور زیورات لے گئے تھے، بلکہ انہوں نے کچھ اہم کاغذات کا بھی صفایا کر دیا تھا... اس خبر کو پڑھ کر انسپکٹر کامران مرزا سے جلنے والے بہت خوش ہوئے تھے اور ان کے دوست غمگین، لیکن انسپکٹر کامران مرزا بدستور مسکراتے رہے، افسوس کے لئے آنے والوں سے کہتے رہے... اوہ معمولی واقعہ ہے، ہم لوگ گھر میں تھے ہی نہیں،

اچانک فون کی گھنٹی بجی، انہوں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے ان کے دوست شیخ افتخار بول رہے تھے،

"ہیلو کامران! تمہارے گھر میں ڈاکے کی خبر پڑھ کر بہت افسوس ہے۔"

"اور یہ صرف اس لئے ہوا کہ ہم تمہارے ہاں موجود تھے... میں پہلے فکر مند تھا کہ دعوت کیسے دے دی گئی۔"

"تمہارا خیال بالکل ٹھیک تھا کامران... اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے۔" شیخ افتخار احمد نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر کامران مرزا چونکے۔

"مطلب یہ کہ کل میں نے اپنے جس دوست کے اعزاز میں دعوت دی تھی، وہ دعوت میں شریک نہیں تھا۔"

"کیا مطلب دعوت میں شریک نہیں تھا! ارے بھئی! یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔ شوکت بیگ وہاں موجود تو تھا۔"

"نہیں! شوکت بیگ تو دراصل مجھ سے ملنے آج آیا ہے ... اور اس کا کہنا ہے کہ وہ کل سرے سے آیا ہی نہیں۔"

"ہیں ... یہ کیا بات ہوئی۔"

"بہتر ہوگا کہ تم یہیں آجاؤ، معاملہ عجیب اور پُراسرار ہو گیا ہے۔"

"اچھی بات ہے، میں پہنچ رہا ہوں۔" انہوں نے کہا!

رسیور رکھ کر انہوں نے یہ حیرت انگیز خبر آفتاب اور آصف کو سنائی اور پھر انہیں ساتھ لے کر شیخ افتخار کے گھر پہنچ گئے، یہاں شوکت بیگ بھی موجود تھا، لیکن کل والے شوکت بیگ میں اور آج کے شوکت بیگ میں کچھ فرق تھا، شکل تو بڑی حد تک ملتی جلتی تھی، لیکن پھر بھی صاف پتہ چل رہا تھا کہ یہ وہ نوجوان نہیں ہے۔ جو کل دعوت میں شریک تھا

"آخر یہ کیا چکر ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"آج جب شوکت بیگ یہاں آئے تو مجھے ان کا حلیہ کچھ بدلا ہوا نظر آیا، میں نے ان سے کہا کہ کیا بات ہے، ایک ہی رات میں آپ کا حلیہ کیسے بدل گیا، تو اس پر انہوں نے حیرت ظاہر کی کہ کیا مطلب، میں نے کل کی دعوت کے بارے میں یاد دلایا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو ایک عرصے بعد پہلی مرتبہ مجھ سے

ملاقات کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اب ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ کل یہاں نہیں آئے تھے۔۔۔۔ انہوں نے میرے تمام سوالات کے جوابات دے دیئے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اصل شوکت بیگ یہی ہیں، اور کل جو آیا تھا وہ نقلی تھا،" شیخ افتخار احمد کہتے چلے گئے۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے، آپ نے جعلی شوکت بیگ کے اعزاز میں ہزاروں روپے خرچ کر ڈالے۔۔۔۔" انسپکٹر کامران مرزا نے افسوس زدہ لہجے میں کہا، پھر کچھ خیال آنے پر بولے۔

"اوہ! اب اس فون کا مطلب بھی سمجھ میں آگیا ہے، دراصل یہ سارا چکر میرے گھر میں ڈاکہ ڈالنے کے لئے چلایا گیا تھا۔"

"کیا مطلب؟" شیخ افتخار احمد چونکے۔

"میرا مطلب یہ کہ مجرم یہ چاہتے تھے کہ ہم گھر میں نہ ہوں اور وہ اپنا کام کر جائیں، اس کے لئے انہوں نے ایک شوکت بیگ تیار کیا اور اسے آپ کے پاس بھیج دیا۔۔۔۔ انہوں نے معلوم کر لیا ہو گا کہ اس نام اور شکل کا آپ کا دوست مغربی جرمنی سے آیا ہے اور ابھی تک آپ سے ملاقات نہیں کرنے آیا، چنانچہ انہوں نے اس کو آڑ بنا لیا، ساتھ ہی کسی نے فون پر آپ کو کسی نے دھمکی دی کہ شوکت بیگ کے اعزاز میں دعوت دیں، ورنہ بچوں کو اٹھا لیا جائے گا، اس طرح آپ دعوت دینے پر مجبور ہو گئے اور ہمیں بھی دعوت دے ڈالی، ہم یہاں آ گئے اور ڈاکو اپنا کام کر گئے اور میں بتاؤں، انہوں نے میرے گھر میں ڈاکہ ڈالنے کے لئے اتنے پاپڑ کیوں بیلے۔۔۔۔

صرف اس لیئے کہ ان کی لوگوں پر دھک بیٹھ جائے، شوکے کا نام مشہور ہو جائے .... اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ لمبے چوڑے ڈاکے ڈالنے کا پروگرام رکھتا ہے۔"

"اوہ! یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا۔" شوکت بیگ نے پہلی مرتبہ زبان کھولی۔ "مجھے اس کا انتہائی رنج ہے"۔

"اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔" شیخ افتخار نے جلدی سے کہا۔

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ انہوں نے میری شکل صورت کا آدمی کہاں سے پیدا کر لیا۔"

"شاید انہوں نے آپ جتنے قد کے آدمی کے چہرے پر میک اپ کر دیا ہو گا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"کمال ہے، بڑے دیدہ دلیر لوگ ہیں۔"

"ان کی دیدہ دلیری تو آئندہ دیکھنے والی ہو گی، یہ تو انہوں نے صرف ایک نمونہ دکھایا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

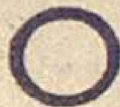
"اوہ!" شیخ افتخار اور شوکت بیگ کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"جی ہاں! اب وہ بڑے بڑے ہاتھ ماریں گے، کیونکہ لوگوں کے ذہنوں میں وہ یہ بات بٹھانا چاہتے تھے کہ ہم تو وہ ہیں جنہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کو بھی نہیں چھوڑا۔"

"تو کیا آپ ابھی تک انہیں گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے؟"

"کبھی رات میں ان کے ٹھکانے پر پہنچ تو گیا تھا، مگر وہ بچ کر نکل گئے۔

دراصل میں پوری تیاری کر کے نہیں گیا تھا۔" انہوں نے کہا، پھر بولے،
"خیر کوئی بات نہیں، میں انہیں زیادہ دن ڈاکے ڈالنے کی مہلت
نہیں دوں گا، اب مجھے ان کی دوسری واردات کا انتظار ہے!"





"شوکا" کا نام چند دنوں تک لوگوں کی زبانوں پر گردش کرتا رہا اور پھر لوگ اسے بھول گئے ... لیکن لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ "شوکا" تو ایک بم کی طرح پھٹ پڑنے والا ہے، ایک روز یہ سنسنی خیز خبر سننے میں آئی کہ "شوکا" نے محکمہ سراغرسانی کے ڈی آئی جی کے گھر کامیاب ڈاکہ ڈالا ہے اور نہ صرف نقدی اور زیورات بلکہ ضروری کاغذات بھی لے اڑا ہے۔

پورا شہر حیرت زدہ رہ گیا، یہ کیسا ڈاکو ہے جو صرف ان جگہوں پر ڈاکے ڈال رہا ہے جن جگہوں کے پاس سے گزرتے ہوئے بھی جرائم پیشہ لوگ کانپتے ہیں۔

انسپکٹر کامران مرزا تک جونہی یہ خبر پہنچی، وہ حیران ہونے

کی بجائے بے ساختہ مسکرائے۔ اور پھر آفتاب اور آصف کو لے کر موقع واردات کی طرف روانہ ہو گئے، ڈی آئی جی صاحب نے اداس مسکراہٹ سے ان کا استقبال کیا۔

"کیا آپ رات گھر میں نہیں تھے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے سوال کیا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" ڈی آئی جی حیرت زدہ لہجے میں بولے۔

"اس لئے کہ جس روز میرے گھر میں ڈاکہ پڑا تھا، میں بھی گھر میں نہیں تھا، اور تجوری میں ایک کارڈ ملا تھا، اس پر شو کا لکھا تھا۔"

"اوہ!" وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"آپ رات کہاں تھے؟"

"مجھے ایک عزیزہ کے فوت ہونے کی اطلاع بذریعہ تار ملی تھی، میں بیوی بچوں کے ساتھ رات کے وقت وہاں پہنچا اور وہاں جا کر یہ پتہ چلا کہ اطلاع غلط تھی۔ واپس آئے تو گھر میں کسی گڑبڑ کے کوئی آثار نہیں تھے، ہم سب سو گئے ... لیکن صبح پتہ چلا، تجوری خالی پڑی ہے۔"

"بس ادھر آپ اپنے عزیزہ کے ہاں گئے، ادھر ڈاکو یہاں پہنچ گئے میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔"

"لیکن یہ شو کا ہے کون — آخر یہ کہاں سے ٹپک پڑا؟"

"یوں کہہ لیجئے کہ ایک ڈاکوؤں کا ایک نیا گروہ پیدا ہوا ہے، لیکن اس گروہ میں آدمی پرانے بھی شامل ہیں، یہ ہو سکتا ہے کہ گروہ کا سرغنہ

کوئی نیا آدمی ہو۔"

"لیکن وہ نقدی اور زیورات کے ساتھ کاغذات کیوں لے گئے ہیں؟"

"ہاں! یہی بات مجھے الجھن میں ڈال رہی ہے.... خیر آپ فکر نہ کریں میں بہت جلد ان کا سراغ پالوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ موقع واردات پر گئے تجوری کا جائزہ لیا، شوکا کا کارڈ دیکھا، یہ بالکل ویسا ہی تھا، جیسا ان کے گھر ملا تھا۔

"اس پر سے انگلیوں کے نشانات احتیاط سے اٹھائے جائیں۔"

انہوں نے ماہرین کو ہدایت کی۔

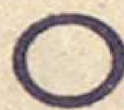
اس شام انہیں رپورٹ مل گئی اور وہ یہ پڑھ

کر حیرت زدہ رہ گئے کہ اس مرتبہ کسی چیز پر بھی کسی مجرم کی انگلیوں کے نشانات نہیں ملے تھے۔

ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔



مُجرم کا پیغام



"اب ہم کیا کریں" آصف نے سڑک پر لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے کہا۔
"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا، کیونکہ ہم نے ابھی تک اس کیس میں کچھ بھی نہیں کیا" آفتاب بولا،
"شکر ہے، تمہارے منہ سے ایسا جملہ سنا"
"آخر تم مجھے کام چور کیوں سمجھتے ہو، میں کسی معاملے میں آج تک پیچھے رہا ہوں" آفتاب نے جھلا کر کہا۔
"نہیں پیچھے تو نہیں رہے، البتہ باتوں میں وقت بہت ضائع کرتے ہو"
"اچھا اب میں کم وقت ضائع کروں گا" اس نے مسکرا کر کہا۔
"حد ہو گئی... بھئی ضائع کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے"

"تب پھر ہم یہ چہل قدمی کیوں کر رہے ہیں؟" آفتاب نے اعتراض کیا۔
"سیر تو صحت کے لئے ضروری ہے، اسے وقت ضائع کرنا نہیں کہا جاتا۔"
"خیر یونہی سہی..... سوال یہ ہے کہ اس وقت ہم اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، تنویر اور ٹامی غائب ہیں، سرغنہ تو پہلے ہی ہمیں نہیں معلوم کون ہے، ہم نا جانتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو شوکا کہتا ہے..... ہو سکتا ہے اس کا اصل نام کچھ اور ہو اور یہ اس کا بچپن کا نام ہو..... دوست اور گھر والے اسے پیار سے شوکا کہتے ہوں، یار ایک زوردار خیال آیا ہے۔" آفتاب کہتا چلا گیا،
"اچھا زوردار خیال تمہیں بھی آسکتا ہے؟" آصف کے لہجے میں حیرت تھی۔
"جی نہیں: وہ تو بس تمہیں ہی آسکتا ہے۔" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔
"چلو روٹھو نہیں..... بتاؤ کیا خیال آیا ہے۔" آصف مسکرایا۔
"شوکا سے کون کون سے نام بن سکتے ہیں۔" آفتاب نے ایک دم کہا۔
"کیا مطلب؟" آصف زور سے چونکا۔
"کیوں ہے نا زوردار خیال..... تمہارے چونکنے سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔"
"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"
"بھئی دیکھو نا..... تمہارا نام آصف ہے، تمہارے ابو تمہیں کیا کہہ کر بلایا کرتے ہیں؟"
"آصف،" آصف نے کہا ساتھ ہی وہ مسکرایا بھی تھا۔
"لاحول ولا قوۃ..... ارے بھئی..... نام کو کچھ تو مختصر کرتے ہوں گے وہ"

"ہاں ... آصی کہہ لیتے ہیں"
"تو بس .... جس طرح آصی کا اصل نام آصف یا آصم بنتا ہے، اس طرح شوکا سے بھلا کیا کیا نام بن سکتے ہیں۔" آصف نے کہا۔
"بہت خوب! بات تو تم نے واقعی زوردار سوچی ہے ... شوکا سے ایک نام تو شکیل ذہن میں آتا ہے" آصف نے ذہن پر زور دینے کے انداز میں کہا۔
"اچھا ٹھیک ہے ... آگے چلو ... کوئی اور نام بھی تو بن سکتا ہے" آفتاب نے کہا۔
"تو تم کیوں نہیں بنا دیتے" آصف نے جھنجلا کر کہا۔
"میں بھی بتاؤں گا، پہلے تم تو ذہن دوڑاؤ" اس نے کہا۔
"ایک نام شکور بھی ہو سکتا ہے" آصف نے سوچ کر کہا۔
"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے" کیا کوئی اور بھی ذہن میں آتا ہے،
"ارے ہاں ... شوکت ... شوکت بھی تو ذہن میں آتا ہے"
"بہت خوب ... دراصل میں یہی نام تمہارے منہ سے نکلوانا چاہتا تھا" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔
"کیا مطلب؟" آصف چونکا۔
"شوکت بیگ کو آنکھوں کے سامنے لاؤ اور خاص طور پہ اس نقلی شوکت بیگ کو .... جس کے اعزاز میں انکل افتخار احمد نے دعوت دی تھی"
"اوہ" آصف کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں .... "کیا تم یہ کہنا چاہتے

ہو کہ وہ نقلی شوکت بیگ ہی اصلی مجرم ہے۔"

"ہاں! میرا یہی خیال ہے۔"

"لیکن یار! اگر وہ نقلی شوکت بیگ ہے تو پھر اس کا اصل نام تو کچھ اور ہوگا" آصف نے اعتراض کیا۔

"یہ ضروری نہیں، ہو سکتا ہے، اس کا بھی یہی نام ہو۔"

"چلو اگر یہ مان بھی لیا جائے تو اس سے ہمیں کیا حاصل ہو سکتا ہے، ہم نقلی شوکت بیگ کو کہاں تلاش کریں۔"

"ایک بات میرے ذہن میں آئی تھی، میں نے اسے تمہارے سامنے پیش کر دیا۔۔۔۔ اس سے میرا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم نقلی شوکت بیگ کی تلاش کو نکل کھڑے ہوں گے۔"

"پھر بھی! اس کیس میں کچھ ہمیں بھی تو کرنا چاہیئے۔" آصف نے کہا۔

"کیا کر سکتے ہیں۔۔۔ مجرم تو اس طرح غائب ہیں جس طرح گدھے کے سر سے سینگ۔۔۔۔ ان کا طریقہ کار کس قدر عجیب ہے۔ پہلے گھر والوں کو کسی کام سے بھیج دیتے ہیں اور پھر وہاں ڈاکہ ڈالنے پہنچ جاتے ہیں۔ پہلی مرتبہ تو ان کے انگلیوں کے نشانات بھی مل گئے تھے، اب وہ بھی ملنا بند ہو گئے ہیں۔ اب تو ہم تیسری واردات کے انتظار میں ہیں، دیکھیں اب ان کا شکار کون بنتا ہے۔" آفتاب نے کہا۔

"کوئی سرکاری افسر ہی ہو سکتا۔"

"اور وہ بھی محکمہ سراغرسانی کا کوئی افسر۔۔۔ اوہ۔۔۔ ارے۔"

"کہتے کہتے آفتاب چونک اٹھا، اس کی آنکھیں مارے حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"کیا ہوا — خیر تو ہے؟" آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"چلو آصف جلدی گھر چلو۔"

"کیوں! کیا بات ہے، طوفان آنے والا ہے؟"

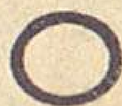
"ہاں! شوکا کا طوفان آنے والا ہے؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں کہتا ہوں — جلدی گھر کی طرف چلو،" آفتاب نے جھلا کر کہا اور پھر اچانک واپس مڑ کر دوڑنے لگا۔

آصف ہکا بکا رہ گیا، پھر وہ بھی اس کے پیچھے دوڑا۔





انسپکٹر کامران مرزا دفتر میں بیٹھے پرانی فائلیں دیکھ رہے تھے کہ ان کے فون کی گھنٹی بجی، رسیور اٹھایا دوسری طرف سے ایک کھردری سی آواز سنائی دی، انہیں یوں لگا جیسے پھٹا ہوا بانس بولا ہو۔

"ہیلو کامران! شوکا آج رات ایک تیسرا ڈاکہ ڈالنے والا ہے، اگر کچھ کر سکتے ہو تو کر لو۔"

"تو تم شوکا ہو۔" انسپکٹر کامران مرزا پرسکون آواز میں بولے۔

"ہاں! میں شوکا ہوں... جس کی تم گرد کو بھی نہیں پا سکتے، میں تو میں، اب تک میرے کسی آدمی کو بھی گرفتار نہیں کر سکے۔"

"اللہ نے چاہا تو بہت جلد تمہیں گرفتار کر دوں گا۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"اس لئے فون کیا ہے، آج رات کو موقع ہے، میں ڈاکہ ڈالنے والا ہوں۔"

"تو کیا تم مجھے یہ بھی بتانے والے ہو کہ کس کے گھر ڈاکہ ڈالو گے۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"میں کوئی سلطانہ یا بہرام ڈاکو نہیں ہوں۔۔۔۔ وہ لوگ تو تھے بے وقوف۔"

"پھر تم نے مجھے فون کس لئے کیا ہے۔"

"یہی بتانے کے لئے کہ آج رات کسی گھر میں ڈاکہ ضرور ڈالا جائے گا۔"

"بہت اچھا۔ کیا تم بھی وہاں آؤ گے۔"

"کیوں تم نے یہ کیوں پوچھا۔"

"اگر تم آؤ گے تو میں بھی پہنچ جاؤں گا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے ہنس کر کہا۔

"تم پہنچ جاؤ گے، شاید تمہارا دماغ چل گیا ہے، تمہارے تو فرشتوں کو بھی معلوم نہیں کہ ڈاکہ کہاں ڈالا جائے گا۔"

"میں جانتا ہوں، تم موقع پر موجود نہیں ہوتے۔۔۔۔ گھر بیٹھے صرف اپنے آدمیوں سے کام لیتے ہو۔"

"ہاں! یہ تو ٹھیک ہے، اور یہ میں اس لئے کرتا ہوں کہ تم میری گرد بھی نہ پہنچ سکو۔۔۔۔ دیکھو نا، میں نے تمہارے گھر کا صفایا کرا دیا اور تم ابھی تک میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے۔" اس نے کہا۔

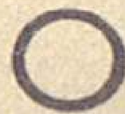
"ہاں! یہ بات تو ہے، خیر بہت جلد ہماری ملاقات ہو گی۔

"میں اس دن کا انتظار کروں گا۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے گھڑی دیکھی، چھٹی کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ دفتر سے نکل کر اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھے اور گھر کی طرف

روانہ ہو گئے، جونہی وہ گھر کے قریب پہنچے، انہوں نے آفتاب اور آصف کو دوسری طرف سے دوڑتے ہوئے آتے دیکھا۔

وہ ٹھٹک کر رہ گئے، اور ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔



آفتاب کا خیال



نزدیک آنے پر آفتاب اور آصف نے انہیں دیکھ لیا،
وہ ان کے قریب پہنچ کر رک گئے،
"خیر تو ہے، کیا کوئی شیر تم لوگوں کے پیچھے لگا ہوا ہے" انسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر کہا۔
"مجھے تو کچھ نہیں معلوم انکل ... دوڑنے کی وجہ تو آفتاب ہی بتائے گا" آصف نے کہا۔
"تو پھر کیوں دوڑ رہے ہو، اس کے ساتھ" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔
"اس لئے کہ یہ اچانک دوڑ پڑا تھا، مجھے بھی ساتھ دینا پڑا"
"ہوں! تم بتاؤ آفتاب! کیا مصیبت آگئی ہے۔
"ایک خیال ہے ابا جان ... بہت زوردار ایک خیال ... آپ بھی

سنے گے تو چونک اٹھیں گے۔"

"اگر ضروری ہوا تو چونک لوں گا، چلو گھر چل کر سنیں گے تمہارا خیال۔"
انہوں نے مسکرا کر کہا۔

آخر وہ گھر کے اندر داخل ہوئے، برآمدے میں بچھی میز پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"اب بتاؤ! وہ کیا خیال ہے۔"

"ابا جان! خیال ایک نہیں .... دو ہیں،" آفتاب نے مسکرا کر کہا۔
"پہلی بات تو یہ کہ "شوکا"، شوکت بیگ کی بگڑی ہوئی شکل بھی ہو سکتی ہے"... اور شوکت بیگ اس کیس کے دوران ہمارے سامنے آ چکا ہے۔"

"لیکن وہ تو نقلی شوکت بیگ تھا،" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔
"جی ہاں! یہ ٹھیک ہے، لیکن کیا بات نہیں ہو سکتی کہ نقلی شوکت بیگ کا نام بھی شوکت بیگ ہی ہو۔"

"اوہ! ہاں ... یہ بات ہو تو سکتی ہے مگر اس سے ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے... ظاہر ہے کہ وہ شوکت بیگ اب ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"تو کیا ہوا... ہم اسے تلاش تو کر ہی سکتے ہیں .... پارٹی میں اسے دیکھ ہی چکے ہیں۔"

"لیکن وہ تو میک اپ میں تھا، اس کی اصل صورت خدا جانے کیا ہو گی۔"

"اچھا خیر.... اس بات کو چھوڑیئے... اب دوسرا خیال سنیئے جو آپ کو یقیناً اہم معلوم ہو گا۔۔" آفتاب نے بات مکمل نہیں کی تھی کہ انسپکٹر کامران مرزا نے اسے ٹوک دیا۔

"تم غلط سمجھے! تمہاری بات کو میں نے غیر اہم نہیں سمجھا، میں اس پہلو پر غور کروں گا، تم نے تو بلکہ اچھا نقطہ اٹھایا ہے کہ شوکا سے شوکت بیگ بھی بن سکتا ہے، اچھا تو دوسرا خیال کیا آیا ہے تمہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"ابا جان! سب سے پہلے آپ کے گھر میں ڈاکہ ڈالا گیا، آپ کا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے... اس کے بعد ڈی آئی جی صاحب کے گھر میں ڈاکہ ڈالا گیا، ان کا تعلق بھی محکمہ سراغرسانی سے ہے.... تو کیا تیسرا ڈاکہ محکمہ سراغرسانی کے ہی کسی افسر کے گھر ڈالا جائے گا اور وہ بھی ان سے بڑے افسر کے یعنی آئی جی صاحب کے گھر — کیا اس کا امکان نہیں ہے؟"

"اوہ!" انسپکٹر کامران مرزا اچھل پڑے... آصف حیران رہ گیا۔

"میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا، تمہاری بات دل کو لگتی ہے... اور اگر یہ بات درست ہے تو ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ آج رات گھر سے کہیں باہر نہیں جا رہے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ اٹھے اور فون کے پاس پہنچ گئے، دوسرے ہی لمحے وہ آئی جی صاحب کے نمبر ملا رہے تھے۔

"ہیلو سر... میں کامران مرزا ہوں، جی... جی ہاں... میں نے صرف یہ معلوم کرنے کے لئے فون کیا ہے کہ آج رات آپ کا گھر سے باہر رہنے کا تو

پروگرام نہیں ہے"

"کیوں! تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟" آئی جی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا

"میں یہ بات شوکا ڈاکو کی وجہ سے پوچھ رہا ہوں"

"اوہ!" آئی جی صاحب نے حیرت زدہ لہجے میں کہا، پھر انہوں نے کہا۔

"ہاں! میں بیوی بچوں سمیت ایک دوست کے گھر جا رہا ہوں"

"آپ کو وہاں کیا کام ہے"

"دوست کی بیوی بہت سخت بیمار ہے..... ان کا فون آیا ہے، دراصل میری بیگم اور وہ بہت گہری سہیلیاں ہیں، اس لئے جانا ضروری ہے"

"ٹھیک ہے، جائیں ضرور لیکن جب تک میں آپ سے نہ مل لوں کہیں نہ جائیں"

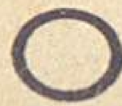
"کیا مطلب؟"

"میں ابھی حاضر ہو کر بتاتا ہوں" انہوں نے کہا۔

"اچھی بات ہے، لیکن ذرا جلدی آنا" دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

انہوں نے آفتاب اور آصف کو ساتھ لیا اور آئی جی صاحب کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے،





"اگر آج آئی جی صاحب کے گھر میں ڈاکہ ڈالا گیا تو ڈاکوؤں کی گرفتاری کا سہرا آفتاب کے سر ہو گا"۔ راستے میں انسپکٹر کامران مرزا نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"اور اگر ڈاکہ نہ ڈالا گیا تو آفتاب کی مایوسی کا کوئی ٹھکانا نہیں ہو گا۔"

آصف نے جل کر کہا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں، ٹھکانا تو تلاش کرے گی۔"

"اچھا! اور وہ ٹھکانا کیا ہو گا۔" آصف نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"تمہارا دماغ.... وہ تمہارے دماغ کو ٹھکانا بنا لے گی۔" آفتاب مسکرایا۔

"میں اپنے دماغ کے راستے بند کر لوں گا۔"

"چھوڑو ـــ کیا فضول باتیں کرنے لگے ہو، اگر آج ڈاکا مارا گیا تو مزا آ جائے گا۔" آفتاب بولا۔

"ہاں! مزا تو واقعی آ جائے گا، ہمیں نہ آیا تو مجرموں کو آ جائے گا۔" آصف نے کہا۔

"یار اس قدر جل بھن کیوں رہے ہو۔" آفتاب مسکرایا۔

"بیٹھے بٹھائے جو تمہارے سر سہرا بندھنے والا ہے۔" آصف نے کہا۔

"چلو یار تم بندھوا لینا میری بجائے۔" آفتاب نے فراخدلی سے کہا۔

"میں دوسروں کی کامیابی کا سہرا اپنے سر نہیں بندھوا سکتا۔"

"تو پھر صبر کرو، اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔" آفتاب مسکرایا۔

اسی قسم کی باتیں کرتے ہوئے وہ آئی جی صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گئے، وہ ان کے انتظار میں بے چینی سے ٹہل رہے تھے، انہیں دیکھتے ہی بولے۔

"جلدی بتائیے کیا بات ہے۔"

"مجھے خطرہ ہے، آج رات آپ کے گھر میں ڈاکہ نہ ڈالا جائے۔" یہ کہہ کر انہوں نے تفصیل سے ساری بات بتائی، آفتاب کا خیال بھی بتایا۔

"ہوں۔ امکانات تو ہیں، لیکن سوال تو یہ ہے، کہ ڈاکوؤں کو یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ آج ہم گھر میں نہیں ہوں گے۔"

"ہو سکتا ہے، گھر سے باہر بھیجنے کا انتظام خود انہوں نے ہی کیا ہے، جبکہ پہلی دو وارداتوں سے ظاہر ہے۔"

"لیکن مجھے غلط اطلاع نہیں ملی، میں فون کر کے معلوم کر چکا ہوں، بیگم طفیل کی طبیعت واقعی خراب ہے۔"

"ان کی طبیعت اچانک خراب ہوئی ہے یا وہ پہلے ہی بیمار تھیں؟" انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

"نہیں! اچانک طبیعت خراب ہوئی ہے۔"

"پھر تو اچانک طبیعت خراب ہونے میں ان لوگوں کا ہاتھ بھی ہو سکتا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"کیا مطلب... بھلا وہ لوگ کسی کی طبیعت کس طرح خراب کر سکتے ہیں؟" آئی جی صاحب چونکے۔

"یہ کیا مشکل ہے، چائے یا کافی میں کوئی چیز ملا کر پلا دی ہو گی اور یہ کام گھر کے کسی ملازم کو سو دو سو روپے کا لالچ دے کر لے لیا ہو گا۔"

"اوہ! آئی جی صاحب کی آنکھیں مارے حیرت اور خوف کے کھلی کی کھلی رہ گئیں، آخر انہوں نے کہا

"اگر یہ بات ہے تو میں نہیں جاتا، بیگم اور بچوں کو بھیج دیتا ہوں۔"

"جی نہیں! ہم اسی لئے تو حاضر ہوئے ہیں، انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا مطلب وہ چونکے۔"

"آپ لوگ جائیں اور جاتے وقت تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کر جائیں، ہم اندر ہی رہیں گے۔۔۔ اور ڈاکوؤں کا استقبال کریں گے۔"

"بہت خوب! بہت زوردار ترکیب ہے، میں داد دیتا ہوں۔ لیکن ابھی تو بہت دیر پڑی ہے، تم لوگ اِدھر اُدھر کہیں جانا چاہو تو ہو آؤ۔"

"جی نہیں! تھوڑی دیر بعد ڈاکوؤں کے گروہ کا کوئی آدمی آپ کی کوٹھی کی نگرانی شروع کر دے گا۔ ہمیں اس سے پہلے ہی یہاں موجود ہونا چاہیئے۔"

"ہوں! یہ بھی ٹھیک ہے۔۔۔ تم لوگ آرام سے بیٹھو، چائے سے شغل کرو، ہم جانے کی تیاری کرتے ہیں۔"

انہوں نے کہا اور چلے گئے، دو گھنٹے بعد گھر کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کر دی گئی تھیں، اور اندر انسپکٹر کامران مرزا آفتاب اور آصف بند تھے، اور رات کی تاریکی گہری ہوتی جا رہی تھی۔

"ہم تو اس طرح بیٹھ گئے ہیں جیسے قیدی ہوں۔" آفتاب نے خاموشی کی لہر کو توڑتے ہوئے کہا۔

"تو کیا کریں۔۔۔ اگر چلیں پھریں گے تو باہر نگرانی کرنے والے ڈاکو کو معلوم ہو جائے گا کہ کوٹھی اندر سے خالی نہیں ہے۔"

"لیکن باتیں تو کی جا سکتی ہیں نا۔" آفتاب نے کہا۔

"اگر تم زبان ہلائے بغیر نہیں رہ سکتے تو شروع کرو کوئی بات۔" آصف مسکرایا۔

"کیا بات شروع کروں ... مجھے تو آج یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں نے کبھی کوئی بات کی ہی نہ ہو۔" آفتاب بولا۔

"یار کیوں نداق کرتے ہو۔" آصف کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"ویسے میں سمجھتا ہوں، ہماری یہ مہم بے فائدہ ہو جائے گی۔" اس نے کہا۔

"وہ کیسے؟" آصف چونکا۔

"ظاہر ہے شو کا خود تو آئے گا نہیں، اس کے آدمیوں کو اگر ہم پکڑ بھی لیں گے تو وہ اس کا پتہ نہیں بتا سکیں گے، لہٰذا کامیاب ہوتے ہوئے بھی ہم خود کو ناکام خیال کریں گے۔"

"تم کرنا ناکام خیال، میں تو کامیاب خیال کروں گا۔" آصف نے کہا۔

"کیا فائدہ! وارداتیں تو جاری رہیں گی۔"

"آفتاب تمہارا خیال ٹھیک ہے، لیکن کچھ نہ ہونے سے کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم اس کے دو چار آدمیوں کو ہی پکڑ لیں، ہو سکتا ہے ان سے کوئی سراغ مل جائے، یہ بھی تو سوچو کہ آخر وہ اس کا حصہ بھی تو کسی طرح اس تک پہنچاتے ہوں گے، کیا خبر ان میں سے ایک اس کی رہائش گاہ سے واقف ہو۔" انسپکٹر کامران مرزا کہتے چلے گئے۔

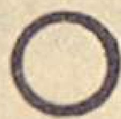
"آپ کا خیال بھی ٹھیک ہے، خیر دیکھا جائے گا، اب تو یوں بھی ہم اس گھر کے اندر بند ہیں اور جب تک آئی جی صاحب واپس نہیں آ جاتے، ہم یہاں سے نکل نہیں سکیں گے۔" آفتاب بولا۔

"انہیں تو خیر ہم جس وقت چاہے بلوا سکتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا، وہ اپنا فون نمبر بتا گئے ہیں۔"

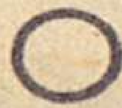
"چلیئے یہ اور بھی اچھا ہے، ورنہ ان لوگوں کو گرفتار کرنے کے بعد بھی ہمیں یہاں بند رہنا پڑتا۔"

"سنو! پہلے یہ سوچ سمجھ لو کہ ہمیں کرنا کیا ہے..."

انسپکٹر کامران کی آواز دھیمی ہو گئی، آفتاب اور آصف نے اپنے کان ان کے منہ کے نزدیک کر لیئے، عین اس وقت انہیں دروازے پر کچھ کھڑکھڑاہٹ سنائی دی، شاید ڈاکو آ گئے تھے۔



سیاہ ناگ



بیرونی دروازہ کھولنے میں انہیں تین منٹ سے زیادہ نہیں لگے، تنویر اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ اکڑتا ہوا اندر داخل ہوا، ٹامی نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

"پسچ کہتا ہوں، ہمارے باس کا بھی جواب نہیں.... حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ گھر والوں کو نہ جانے کیسے کہیں بھیج دیتا ہے" تنویر کہہ رہا تھا۔

"وہ اپنے دماغ سے کام لیتا ہے، جس گھر میں ڈاکہ ڈالنا ہوتا ہے، پہلے اس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرتا ہے اور پھر کسی ترکیب سے انہیں باہر جانے پر مجبور کر دیتا ہے، تاکہ ہمارے لئے میدان صاف ہو جائے" ٹامی بولا، اس کے لہجے سے بے پناہ خوشی جھلک رہی تھی۔

"اور اس روز تم دونوں کو انسپکٹر کامران کے ہاتھ سے کسی خوبصورتی سے

بچایا، ورنہ انسپکٹر کامران اور ہاتھ آئے شکار کو جانے دے،" جوجے نے کہا۔
"مزا تو کل کے اخبارات پڑھ کر آئے گا،" تنویر ہنسا۔
"لیکن یار... ایک بات سمجھ میں نہیں آتی... باس چاہتا کیا ہے،" ٹامی بولا۔

"کیا مطلب؟" اس میں سمجھ میں نہ آنے والی کونسی بات ہے، ظاہر ہے کہ ہمارے ذریعے سے دولت سمیٹ اور خود بالکل محفوظ ہے، پھنسیں گے تو صرف ہم، کیونکہ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"
"کم از کم جوجا تو جانتا ہے..." ٹامی بولا۔
"جوجے نے بھی آج تک اس کی صورت نہیں دیکھی، اور رہا ہائش کا کیا ہے اس کے بارے میں تو اب ہم تینوں کو پتہ ہے، بلکہ اب تو ہمارے پناہ کی جگہ ہی وہی ہے۔"
"ہوں! صورت ہم نے اس کی بے شک نہیں دیکھی، لیکن اگر ایسے میں ہم پولیس کے ہتھے چڑھ جائیں تو کیا وہ یہ بات نہیں اگلوا لیں گے کہ باس کہاں رہتا ہے۔"
"باس پھر بھی ان کے ہاتھ نہیں آئے گا،" تنویر بولا۔
"شاید آج ہم یہاں صرف باتیں کرنے آئے ہیں، جلد از جلد تجوری والے کمرے میں پہنچ کر کام ختم کرو،" جوجے نے کہا۔
"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔"
تینوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے تجوری والے کمرے

میں پہنچے، تجوری پر نظر پڑتے ہی ان کے چہروں پہ رونق آگئی۔

"چلو ٹامی اور جوجے، جلدی کرو، تمہیں صرف پانچ منٹ دیئے جاتے ہیں"

"پانچ منٹ کیا، یہ تو ایک منٹ میں کھل جائے گا،" جوجے نے کہا اور دونوں تجوری پر جھک گئے، یہ تجوری نمبروں والی نہیں تھی۔ وہ باری باری چابیاں لگاتے چلے گئے، اچانک ٹامی کی آنکھوں میں خوف نمودار ہوا، اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں، تنویر نے اس کی یہ حالت دیکھی تو چونک اٹھا:

"تمہیں کیا ہوا، کیا کوئی جن بھوت نظر آگیا ہے!"

لیکن ٹامی نے کوئی جواب نہ دیا، وہ تو بس ایک سمت میں ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا، اس کی پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں، تنویر نے آخر اس سمت میں دیکھا اور پھر اس کا بھی یہی حال ہوا، جوجے نے بوکھلا کر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں بھی ادھر ہی چپک کر رہ گئیں۔

کمرے کے بیچوں بیچ میز رکھی تھی، میز پر ایک ایش ٹرے تھا اور اس میں ایک سگار رکھا تھا، سگار سلگا ہوا تھا۔ اس میں دھوئیں کی ایک باریک لکیر بل کھاتی ہوئی اوپر اٹھ رہی تھی۔

تینوں رنگ فق ہو گئے، آخر ٹامی نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ ..... یہ ... سگار یہاں کہاں سے آیا!"

"ش ش ش ... شاید ... آئی جی صاحب پیتے پیتے چھوڑ گئے!" جوجے

کے منہ سے نکلا۔

"مم ... مگر ... انہیں گئے تو دو گھنٹے گزر گئے ہیں، جب کہ آگ سگار کے سرے پر لگی ہوئی ہے۔"

"تت ... تو پھر ... یہ سگار یہاں کس نے رکھا ہے؟"

"اُف خدا ... مجھے اچھی طرح یاد آگیا، جب ہم اندر داخل ہوئے تو ایش ٹرے میں کوئی سگار نہیں تھا۔" ٹامی نے اچانک کہا۔

"کیا؟" دونوں حلق پھاڑ کر چلائے۔

"ہاں! میں سچ کہتا ہوں ... میری نظر ایش ٹرے پر پڑی تھی۔" تنویر نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"تب ... پھر ... کیا اس گھر میں کوئی جن رہتا ہے؟" جوجا بولا۔

"ارے باپ رے ..." ٹامی چلایا۔

"اب کیا کریں، چلو یہاں سے بھاگ چلیں۔" جوجے نے کہا۔

"لیکن ہم باس کو جواب کیا دیں گے؟" وہ ہمارے بارے میں کیا سوچے گا۔" تنویر نے کہا۔

"پھر ... جن کے مقابلے میں بھلا ہم کیا کر سکتے ہیں؟" جوجا بولا۔

"ہو سکتا ہے، ہمیں وہم ہو گیا ہو۔" تنویر نے کہا۔

"کمال ہے، سگار کو سلگتے ہوئے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور تم کہہ رہے ہو ہمیں وہم ہو گیا ہے ... بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" جوجا جلدی سے بولا۔

"ہاں بتاؤ یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ ٹامی نے کہا۔

"کچھ سوچ میں نہیں آتا، یہ کیا چکر ہے، ٹھہرو، میں ذرا غسل خانے کو دیکھ لوں ایک نظر"، تنویر نے کہا، اور تجوری کے پاس سے ہٹ کر غسل خانے کے قریب آیا، اس نے ڈرتے ڈرتے اندر جھانکا، لیکن یہ دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے کہ اندر کوئی بھی نہیں تھا، پھر آخر سگار کس نے سلگا کر ایش ٹرے میں رکھا"۔

"میں کہتا ہوں کہ اس گھر میں ضرور کوئی بھوت رہتا ہے"۔ جو چلایا۔

"آہستہ بولو... کوئی پڑوسی تمہاری آواز نہ سن لے"۔ تنویر نے غرا کر کہا۔ یہ آئی جی صاحب کی کوٹھی ہے، یہاں بھوت کہاں سے آیا"۔

"کیوں بھلا بھوت کو آئی جی سے کیا ڈر، کیا وہ اسے گرفتار کر سکتے ہیں"۔ ٹامی نے کھری بات کی۔

"یار و عقل کو ہاتھ مارو، اس دور میں جن بھوت کہاں سے آ گئے"۔

"تو پھر یہ سگار کہاں سے آ گیا، یہ بتاؤ"۔

"تو کیا تمہارے خیال میں جن بھوت سگار پیتے ہیں"۔ تنویر نے جھلا کر کہا۔

"کیا خبر... اس زمانے کے جن بھوت انسانوں کی طرح دیکھا دیکھی پینے ہی لگ گئے ہوں"۔

"مت بور کرو بھائی"۔

"میں کہتا ہوں بھاگ چلو یہاں سے، کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں"۔

"لیکن باس کو کیا جواب دیں گے"۔ تنویر نے کہا۔

"اس نے یہ کب کہہ رکھا ہے کہ گھر میں جن بھوتوں کے ہوتے ہوئے بھی تجوری صاف کئے بغیر نہ آیا کرو۔"

"اگر تم دونوں جانا چاہتے ہو تو جاؤ۔ میں تو اپنا کام مکمل کئے بغیر نہیں لوٹوں گا۔" اس نے کہا۔

"اور تم تجوری کس طرح کھولو گے؟"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو، مجھے تجوریاں کھولنا نہیں آتا، باس نے کچھ سمجھ کر ہی مجھے تمہارے اوپر نگران مقرر کیا ہے۔" اگر کسی دن تم کوئی تجوری کھولنے میں ناکام ہوئے تو پھر بتاؤں گا۔"

"اوہ تو یہ بات ہے.... خیر ہم تجوری کھولے دیتے ہیں، لیکن اگر اس دوران کسی جن یا بھوت نے ہمیں تنگ کیا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔"

"ضرور بھاگ کھڑے ہونا۔" تنویر نے منہ بنایا۔

اور ایک بار پھر وہ تجوری پر جھک گئے، تین منٹ کی کوشش کے بعد تجوری کا تالہ کھل گیا، انہوں نے ہینڈل پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور پھر جونہی تجوری کا دروازہ کھلا، ان کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ تجوری کے اندر ایک سیاہ ناگ پھن پھلائے بیٹھا تھا اس کی سرخ آنکھیں ان پر جمی ہوئی تھیں اور زبان باہر لہرا رہی تھی۔

چند سیکنڈ سکتے کے عالم میں گزر گئے.... لیکن سانپ

سنے ان پر حملہ نہ کیا تو وہ چونکے:

"ارے! یہ تو نقلی سانپ ہے" تنویر کے منہ سے نکلا۔

"یہ چکر کیا ہے ...... پہلے یہاں سگار سلگتا نظر آیا اور اب تجوری میں نقلی سانپ، کیا آئی جی صاحب یہ بات بھانپ گئے تھے کہ ان کے گھر میں ڈاکہ ڈالا جانے والا ہے"

"اگر وہ بھانپ جاتے تو یہاں ضرور پولیس موجود ہوتی، نہ کہ نقلی سانپ" تنویر نے غصیلے انداز میں کہا۔

"تو پھر..... اسے کیا کہا جائے"

"ہو سکتا ہے، آئی جی صاحب نقدی اور زیورات اس تجوری میں رکھتے ہی نہ ہوں اور انہوں نے ہم جیسوں کا مذاق اڑانے کے لئے یہ سانپ یہاں رکھ چھوڑا ہو، دیکھتے نہیں تجوری بالکل خالی پڑی ہے"

"کچھ بھی ہو، مجھے تو اب یہاں خوف آنے لگا ہے" "آؤ واپس چلتے ہیں" ٹامی نے گھبرا کر کہا۔

"بزدل نہ بنو...... ہم باقی کوٹھی کا جائزہ لئے بغیر نہیں جائیں گے۔" تنویر بولا۔

"جیسے تمہاری مرضی ...... کہیں آج شاید ہماری شامت آ کر رہے گی" ٹامی نے کہا۔

"تمہارا دماغ چل گیا ہے، یہاں ہماری شامت کا کیا کام" تنویر ہنسا اور کمرے سے نکلنے کے لئے دروازے کی طرف مڑا۔ دوسرے ہی لمحے اس

کی آنکھیں مارے خوف اور دہشت کے پھٹی کی رہ گئیں۔ اس کا رنگ اڑ گیا۔

"ارے! یہ کیا" اس کے منہ سے نکلا۔

"اب کیا ہوا؟" ٹامی اور جوجا بھی تیزی سے مڑے اور پھر ان کے رنگ بھی سفید پڑ گئے، وہ تھر تھر کانپنے لگے۔

کمرے کا دروازہ بند ہو چکا تھا جب ابھی تھوڑی دیر پہلے دونوں پٹ چوپٹ کھلے پڑے تھے۔ ٹامی ہلکایا۔

"مم.... میں.... نے تو پپ.... پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ گھر ضرور آسیب زدہ ہے، یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیئے"

"اور اب شاید جنوں نے ہمیں گھیر لیا ہے" جوجا بولا۔

"بکو مت!" تنویر غرایا اور دروازے کی طرف جھپٹا، اس نے ہینڈل پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ لیکن دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا... جس کا مطلب یہ تھا کہ باہر سے بند کیا جا چکا ہے۔

"اف خدا.... اب کیا ہو گا ہم تو پھنس گئے، یہ آئی جی صاحب کی کوٹھی ہے، اب ہم جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوں گے" ٹامی نے روتی آواز میں کہا۔

"ٹامی میں تمہیں مار بیٹھونگا... مجھے کچھ سوچنے دو" تنویر جھلا کر بولا۔

"سوچنے سے کیا ہو گا یہ دروازہ تھوڑا ہی کھل جائے گا"

"اگر اتنے ہی کم ہمت ہو تو ڈاکے کیوں ڈالتے ہو"

"تم نے ہی ہمیں اس کام پہ آمادہ کیا تھا۔" ٹامی بولا۔

"اچھا بابا... تھوڑی دیر کے لئے تو خاموش ہو جاؤ..."
کمرے میں گہری خاموشی طاری ہو گئی۔ انہیں اپنے
دل دھک دھک کرتے محسوس ہوئے۔
"کاش! اس کمرے میں فون موجود ہوتا" چند لمحوں کے بعد تنویر کے منہ سے نکلا
"تو پھر کیا ہو جاتا" ٹامی نے پوچھا۔
"ہم باس کو فون کر سکتے تھے" ٹامی بولا۔
"لیکن باس کا فون نمبر تمہارے پاس کہاں ہے، اس سے تو ہم اُس
مشین پر بات کیا کرتے تھے جو جل کر راکھ ہو گئی — اور اب تک اس نے
ویسی مشین مہیا نہیں کی"
"اوہ ہاں! شاید تمہارے ساتھ یہاں میرا دماغ بھی خراب ہو گیا ہے"
تنویر نے پیشانی پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔
اچانک کوٹھی میں ایک باریک سی آواز گونجنے لگی، یوں جیسے کوئی روح
رو رہی ہو۔ ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، آنکھیں مارے دہشت کے پھٹ
سی گئیں۔ انہیں یوں لگا جیسے وہ واقعی کسی آسیبی چکر میں پھنس گئے ہوں۔
اور پھر روح کی آواز دروازے کے نزدیک آنے لگی
ان کے جسموں پر تھرتھراہٹ دوڑ گئی، اب تو تنویر کی بھی سٹی گم ہو گئی، وہ بھی
آئیں بائیں شائیں بھول گیا۔ اچانک دروازہ کھلا اور سفید کپڑوں میں ملبوس ایک
طویل القامت روح پر ان کی نظریں پڑیں، ان کے حلق سے بھیانک چیخیں بلند
ہوئیں اور وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گئے۔

روح آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے قریب آ گئی،
اس نے جھک کر ان کے پپوٹے اٹھا اٹھا کر دیکھے، لیکن وہ تو واقعی بیہوش ہو چکے تھے۔

"اندر آ جاؤ بھئی، یہ تو بہت بودے نکلے، بالکل بےہوش ہو چکے ہیں"

انسپکٹر کامران مرزا کی آواز کمرے میں گونجی ۔ اور انہوں نے اپنے جسم کے اوپر لیا ہوا سفید لباس اتار پھینکا، اسی وقت آفتاب اور آصف اندر داخل ہوئے۔

"خس کم جہاں پاک ۔ یہ تو گئے کام سے، اب شوکا کو ان کی جگہ تین نئے ملازم رکھنے پڑیں گے" آفتاب نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

"اور اب ہم آئی جی صاحب کو فون کریں گے"
انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور ریسور اٹھا کر نمبر گھمانے لگے۔



گرفتاری کے بعد

اگلے دن کے اخبارات نے شوکا کے تین ساتھیوں کی گرفتاری کی خبر کو پہلے صفحے پر بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ لوگوں کو حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی، لیکن ابھی اصلی مجرم آزاد تھا۔ اصل مسئلہ تو اس کی گرفتاری کا تھا، وہ کون تھا، کہاں تھا، یہ بات کسی کو بھی نہیں معلوم تھی۔

دوسرے دن انسپکٹر کامران مرزا دن بھر اِدھر اُدھر مصروف رہے۔ انہوں نے اپنے تین چار ماتحتوں کی ڈیوٹیاں اِدھر اُدھر لگائیں اور پھر دوپہر کے وقت آفتاب اور آصف کو لے کر حوالات پہنچے۔ یہاں تینوں مجرموں کو الٹا لٹکایا ہوا تھا۔ انسپکٹر کامران مرزا کے اشارے پر انہیں کھول دیا گیا۔

"تم میں سے مال شوکا تک کون پہنچاتا تھا؟"

تینوں خاموش رہے، انسپکٹر کامران مرزا چند سیکنڈ تک انتظار کرتے رہے، آخر بولے۔

اگر نہیں بتاؤ گے تو اسی طرح الٹے لٹکے رہو گے، بہتری اسی میں ہے کہ صاف صاف بتا دو۔

تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، جیسے مشورہ کر رہے ہوں، آخر تینوں

کے سر ہلانے پر جوجے نے کہا

"مال میں باس تک پہنچاتا تھا"۔

"وہ کہاں رہتا ہے"؟

"شہر سے باہر جانے والی سڑک پر ایک نیلے رنگ کی بڑی سی عمارت ہے

وہ اس میں رہتا ہے"؟

"جوجے .... کیا تم نے پتہ بالکل درست بتایا ہے" تنویر نے پوچھا

"کیوں! ایک بار تم بھی تو وہاں جا چکے ہو، کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے پتہ

بالکل ٹھیک بتایا ہے"، اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"ہاں ہم گئے ضرور تھے، لیکن وہ رات کا وقت تھا اور ہمیں کچھ ہوش نہیں

تھا، بہر حال میرا مطلب یہ تھا کہ اب غلط بتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے"۔

"فکر نہ کرو میں نے غلط نہیں بتایا یہ اور بات ہے کہ باس اب انہیں وہاں نہ

ملے"۔ جوجے نے کہا

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ وہ بے شک وہاں نہ ملے لیکن ہم یہ اندازہ لگا لیں گے

کہ وہ وہاں رہتا تھا یا نہیں"؟

یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا آفتاب اور آصف کے ساتھ باہر نکل گئے، اب کار

کا رخ بیرونی سڑک کی طرف تھا۔ ٹھیک پون گھنٹے بعد وہ نیلے رنگ کی عمارت کے

سامنے پہنچ گئے انہوں نے دروازے پر دستک دی، لیکن اندر سے کوئی بھی نہ نکلا،

آخر انہوں نے ساتھ والی کوٹھی کے دروازے پر لگی گھنٹی کا بٹن دبایا تو اندر سے ایک

بوڑھا آدمی نکلا، اس نے بہت قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔

"کیوں جناب! آپ کے پڑوسی کہاں گئے"۔

"کل رات ہی کوٹھی چھوڑ گئے تھے"۔ بوڑھے نے کہا

"کیا مطلب؟" وہ چونکے

"یہ کوٹھی بھی دراصل میری ہے، میں نے کرائے پر دے رکھی تھی.... کل رات وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ فوری طور پر کوٹھی چھوڑ کر جا رہے ہیں میں کیا کہہ سکتا تھا، اپنا حساب لے لیا"۔ بوڑھے نے بتایا۔

"وہ اکیلے ہی رہتے تھے یا ان کے ساتھ کوئی اور بھی تھا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

"میں نے تو ان کے ساتھ کسی کو رہتے نہیں دیکھا... البتہ کبھی کبھی ایک آدمی کو آتے جاتے ضرور دیکھا ہے"

اس نے بتایا

"کیا اس آدمی کے بال بھورے اور ناک پھولی ہوئی تو نہیں تھی"

"جی - جی ہاں"۔ اس نے فوراً کہا، پھر حیران ہو کر بولا

"لیکن بات کیا ہے"؟

"وہ ایک شخص ایک جرائم پیشہ تھا اور جو اس سے ملنے آیا کرتا تھا، وہ اس کا ساتھی، اسے ہم گرفتار کر چکے ہیں، اس نے اس کا پتہ بتایا تھا اور ہم یہاں آئے ہیں میرا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے۔ نام کامران مرزا ہے، یہ میرے بچے ہیں۔

"اوہو! یہ آپ ہیں آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا، آئیے تشریف رکھئے"۔ اس نے اپنے گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھنے کی بجائے اگر آپ ہمارے ساتھ چل کر ذرا کوٹھی کو اندر سے دکھا دیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔"

"جی ہاں! کیوں نہیں، بھلا اس میں مہربانی کی کیا بات ہے۔ ٹھہریئے میں چابی لے آؤں۔"

"اچھی بات ہے۔"

بوڑھا اندر چلا گیا، انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے

"اس کا مطلب ہے جوجے نے پتہ ٹھیک ہی بتایا ہے۔"

"انکل آپ نے بڑے میاں سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ یہاں کب رہائش پذیر تھا"

"اور ہاں! یہ تو واقعی بہت ضروری سوال ہے۔ انہوں نے چونک کر کہا۔

اسی وقت بوڑھا آتا دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چابی تھی، پھر وہ اس کے ساتھ اس کوٹھی کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھلنے پر اندر داخل ہوئے۔

"وہ یہاں کتنا عرصہ ٹھہرا رہا" انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

"تقریباً چھ ماہ" بوڑھے نے کہا۔

" ان کے منہ سے نکلا اور کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے۔ چھ ماہ نے انہیں حیرت میں ڈال دیا تھا۔ چھ ماہ کا عرصہ ان کے ذہن میں چبھنے لگا.... انہیں یوں لگا جیسے کوئی بات بار بار ذہن میں آتے آتے رہ جاتی ہو۔

اندر سے پوری کوٹھی کا جائزہ لیا گیا..... لیکن کوٹھی تو سائیں سائیں کر رہی تھی وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا، البتہ ایک میز کے نیچے سے انہیں نائیلون کا پیپر کٹر ضرور ملا

"کل میرے کچھ ماتحت یہاں آئیں گے وہ ان دروازوں، دیواروں اور دوسری

چیزوں پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھائیں گے، امید ہے آپ ان کے ساتھ تعاون فرمائیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کرسی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ضرور ضرور ــــ مجھے قانون کی مدد کر کے خوشی ہوگی اور اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ شخص جرائم پیشہ ہے تو ہرگز اسے کوٹھی کرائے پر نہ دیتا۔

"خیر کوئی بات نہیں، ارے ہاں آپ نے اس کا حلیہ تو بتایا ہی نہیں۔"

"اس کا رنگ گورا تھا، آنکھیں بھوری، ناک پتلی اور قد درمیانہ ... سر کے بال گھنگھریالے تھے۔"

"بہت بہت شکریہ"! انہوں نے کہا اور تینوں بوڑھے سے ہاتھ ملا کر باہر نکل آئے، بوڑھا کوٹھی کو تالا لگانے لگا۔

"کیا آپ کو اچھی طرح یاد ہے وہ پورے چھ ماہ سے یہاں رہ رہا تھا"

"جی ہاں! میرے پاس وہ تاریخ لکھی ہوئی ہے جس روز وہ یہاں آ کر ٹھہرا تھا" بوڑھے نے کہا۔

"آہا .... تو پھر آپ مجھے وہ تاریخ بھی بتا دیں۔"

"چند منٹ ٹھہریں، میں اپنی ڈائری میں دیکھ کر آتا ہوں" بوڑھے نے کہا اور ایک بار پھر اپنے گھر کے اندر چلا گیا۔ کامران مرزا

"یہ بوڑھا تو بہت کام کا ثابت ہوا ہے"۔ انسپکٹر [illegible] مسکرائے۔

"عقل مند آدمی نظر آتا ہے"، آصف بولا

"لیکن ابا جان، آپ اس تاریخ کا کیا کریں گے"،

"یہ چھ ماہ والی بات میرے ذہن میں چبھ رہی ہے، نہ جانے کیا بات ہے۔"

ایک بار پھر بوڑھا آتا نظر آیا اس نے کہا

" وہ یہاں چھ اپریل کو آکر ٹھہرا تھا"

"بہت بہت شکریہ"!

آخر وہ وہاں سے رخصت ہوئے اور سیدھے گھر آئے۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ان دونوں سے کہا۔

"تم دونوں ذہن پر زور دو کہ چھ ماہ کا تذکرہ کہاں سننے میں آیا تھا.... مجرم کی شخصیت ابھی تک چھپی ہوئی ہے، بوڑھے نے جو حلیہ بتایا ہے اس میں کوئی خاص بات نہیں، وہ تو کسی بھی نوجوان کا ہو سکتا ہے لیکن یہ چھ ماہ والی بات ضرور عجیب ہے"۔

"بہتر ہے ہم اپنے کمرے میں جا کر ذہن دوڑاتے ہیں؟ آصف نے کہا۔

" اپنے کمرے میں جاکر فوراً ناول پڑھنا شروع کر دو گے۔

" نہیں ابا جان! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب تک ہم اس کیس سے فارغ نہیں ہو جاتے کیسے ناولوں کو ہاتھ بھی لگا سکتے ہیں"۔

بہت اچھا۔ جاؤ.... میں بھی کچھ سوچنا چاہتا ہوں اور اب دو گھنٹے سے پہلے مجھے آکر کچھ نہ بتانا چاہیئے، تمہیں ابھی کچھ یاد آجائے۔

یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا اپنے کمرے کی طرف مڑ گئے اور وہ اپنے کمرے میں آگئے۔

" لو یار! اب سوچو یہ بات کہ ہم نے چھ ماہ کا ذکر کہاں سنا ہے"۔ آصف نے کہا۔

"یاد تو کچھ پڑتا ہے ابھی چند دن پہلے میں نے کہیں سنا تھا"۔ آفتاب بولا

"صرف یاد پڑنے سے تو کام نہیں چلے گا۔ یہ یاد کر کے انکل کو بتانا ہے کہ چھ ماہ پہلے کا ذکر کہاں سنا تھا" آصف نے کہا

"ارے ارے لاحول ولا قوۃ" آفتاب کے منہ سے اچانک نکلا۔

"یہ کیا بات ہوئی، ارے ارے لاحول ولا قوۃ ..." آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم دونوں ہیں بالکل چغد" آفتاب بولا

"کیا کہا چغد .... دیکھو بھئی تم اپنے بارے میں تو جو جی چاہے کہو، لیکن خدا کے لئے میرے بارے میں ہرگز نہ کہنا بھلا میں کیوں ہوتا

"یار ہمیں اتنی سی بات یاد نہیں رہی ___ حالانکہ کچھ ہی دن پہلے کی بات ہے جب یہ ذکر سنا تھا"

"تو یوں کہو تمہیں یاد آگیا ہے" آصف نے منہ بنایا۔

"ہاں آؤ تمہارے کان میں بتاتا ہوں"

"کیوں اس کی کیا ضرورت ... کیا کوئی سن لے گا۔"

"چلو کان میں نہیں سنتے تو منہ میں سن لو، انکل افتخار احمد نے ہمیں بتایا تھا کہ ان کے دوست شوکت بیگ چھ ماہ پہلے مغربی جرمنی سے آئے ہیں۔"

"اوہ آصف کے منہ سے نکلا"

"اور شوکل سے شوکت بھی بنتا ہے" آفتاب مسکرایا۔

"لیکن یار ... وہاں تو دو شوکت بیگ بن گئے تھے، ایک دعوت

والے اور دوسرا دوسرے دن والا، پہلا شوکت بیگ دراصل دھوکے باز اور مجرم تھا، آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"اور وہی ہمارا شکار ہے"۔

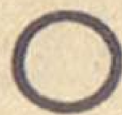
آفتاب نے پرجوش لہجے میں کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کہاں چلے" آصف نے جلدی سے کہا

"ابا جان کو بتانے"

"کیا ان کا حکم بھول گئے، دو گھنٹے سے پہلے ہم ان کے پاس نہیں جا سکتے"

"اوہ" اس کے منہ سے نکلا۔



مجرم سامنے

آخر خدا خدا کر کے دو گھنٹے پورے ہوئے اور وہ دونوں اچھل کر کمرے سے باہر کی طرف بھاگے دوڑتے ہوئے انسپکٹر کامران مرزا کے کمرے میں پہنچے،

"کیا مصیبت آگئی ہے، انہوں نے ناگوار لہجہ میں کہا۔

"اچھا۔ چلو بتاؤ۔" انہوں نے چونک کر کہا۔

انکل افتخار احمد نے بتایا تھا کہ ان کا دوست شوکت بیگ چھ ماہ پہلے مغربی جرمنی سے واپس آیا ہے۔ لیکن ان سے ابھی ملنے آیا ہے، اور یہ دعوت اس کے اعزاز میں دی جا رہی ہے.... حالانکہ دوسرے دن پتہ چلا کہ وہ تو نقلی شوکت بیگ تھا۔" آفتاب کہتا چلا گیا۔

"بہت خوب! یاد تو نہیں بالکل ٹھیک آگیا ہے۔ لیکن اب یہ بتاؤ کہ اس شوکت بیگ کو ہم کہاں تلاش کریں۔"

"یہ ہم کیسے بتا سکتے ہیں کہ آصف نے حیران ہو کر کہا۔

تب پھر ہم مجرم تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔

"تو ان کی یہ بات سوچنے کے لئے ہمیں صبح تک کی مہلت دیں
ہم سونے سے پہلے سوچنے کی کوشش کریں گے"
آصف نے کہا
"مجھے منظور ہے"
وہ رات گئے تک سوچتے رہے مگر ان کی سمجھ میں
خاک بھی نہ آیا پھر نہ جانے کب ان کی آنکھ لگ گئی اور سو کر اٹھے تو
جیسے بھونچال آیا ہوا تھا ...... انسپکٹر کامران مرزا جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر
جگا رہے تھے۔
"یار کیا گھوڑے بیچ کر سوئے تھے۔
"جی نہیں ہاتھی" آفتاب نے جلدی سے کہا۔
"اخبار کے پہلے صفحے پر نظر ڈالی تو تمہاری نیند اڑ جائے گی۔ انہوں
نے فکر مند لہجے میں کہا۔
دونوں نے بوکھلا کر میز پر پڑا اخبار دیکھا اور اس
پر جھک گئے، پھر جیسے انہیں بجلی کا جھٹکا لگا۔ اخبار کی سرخی تھی۔
"شوکا ڈاکو نے ایک ہی رات میں چار جگہ ڈاکہ ڈالا"
وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ چاروں گھر سرکاری افسروں کے تھے
اور وہ بھی سراغرسانی کے ..... اور مزے کی بات یہ کہ آج رات چاروں
گھر خالی بھی نہیں تھے۔ مگر سے لوگ کہیں بھی نہیں گئے تھے۔ شاید
شوکا نے اپنا طریقہ بدل دیا تھا۔

یا وہ اپنے تین آدمیوں کی گرفتاری پر جھنجلا اٹھا تھا اور اس نے انتقاماً ایسا کیا تھا۔ چاروں گھروں میں اس کے کارڈ پڑے پائے گئے تھے.... لیکن ان پر اس کی انگلیوں کے نشانات نہیں تھے۔ افسروں کی میٹنگ بلائی گئی۔ جس میں انسپکٹر کامران مرزا بھی شریک ہوئے۔ اعلیٰ افسروں نے ان پر دباؤ ڈالا کہ وہ جلد از جلد شوکا کو گرفتار کریں کیونکہ شوکا اب ہوا بنتا جا رہا ہے...... محکمہ کے لوگ خوف زدہ ہو گئے ہیں۔

انسپکٹر کامران مرزا نے اپنی کارگزاری کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں..... لیکن مجرم بھی حد درجہ چالاک ہے، وہ کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا۔ اس کی شخصیت ابھی تک سات پردوں میں چھپی ہے... اسے تلاش کرنا آسان نہیں، تاہم وہ پوری کوشش کر رہے ہیں اور امید ہے کہ بہت جلد اسے گرفتار کر لیں گے۔

میٹنگ کے بعد وہ گھر آئے، رات کو انھوں نے آفتاب اور آصف کو ساتھ لے کر شہر کی سڑکوں کا چکر لگانے کا پروگرام بنایا۔ اس پروگرام پر عمل کیا گیا۔ لیکن اس سے اگلی صبح اور بھی سنسنی خیز تھی۔ اس رات شوکا نے چھ جگہ ڈاکہ ڈالا تھا۔

اب تو سنسنی پھیل گئی۔ انسپکٹر کامران مرزا سے جلنے والوں نے ان پر خوب قہقہے لگائے، ان کا مذاق اڑایا، اخبارات میں پھر خبر شائع ہوئی۔

اور لوگ سر پیٹنے لگے ... محکمہ سراغرسانی کے افسروں کے بعد شوکا کسی اور محکمہ کا رخ کرے گا..... اس طرح وہ کسی کو بھی نہیں چھوڑے گا۔ انہیں اپنا سکون اور چین اڑتا نظر آیا ہے---- مارے خوف کے ان کے رنگ اڑ گئے۔ انہوں نے اپنی نقدیاں اور زیورات بنکوں میں جمع کرا دیں.... اس پر بھی شو کا بازنہ آیا..... ڈاکے بدستور جاری رہے یہاں تک کہ دس دن گزر گئے۔

اب انسپکٹر کامران مرزا کی حالت بھی بہت بُری ہو چکی تھی۔ انہوں نے آج تک اتنی زبردست شکست نہیں کھائی تھی۔ کئی بار تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ جاتے.... ایک دن اس عالم میں بیٹھے تھے کہ آفتاب نے کہا۔

"ابا جان! آپ ایک بات کو شاید بھول رہے ہیں۔

"کیا بات بھول رہا ہوں۔" انہوں نے چونک کر کہا۔

"اس نقلی شوکت بیگ کو.... آخر اس نے شوکت بیگ کا میک اپ کیسے کر لیا تھا۔

"اوہ.... آفتاب اوہ.... تم نے یہ بات پہلے کیوں نہ کی.... دس دن یونہی ضائع ہو گئے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے پرجوش انداز میں کہا پھر اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور گھر سے نکل گئے۔

آفتاب اور آصف ہکا بکا رہ گئے۔

کچھ عرصہ پہلے شیخ افتخار احمد نے جس ہال میں لوگوں کو نقلی شوکت

بیگ کے اعزاز میں دعوت دی تھی ، آج اس ہال میں پھر کچھ لوگوں کو دعوت دی گئی تھی ..... یہ دعوت انسپکٹر کامران مرزا کے کہنے پر دی گئی تھی، اس دعوت میں وہ سب لوگ جمع تھے جنہیں اب تک لوٹا گیا تھا، یہاں اصلی شوکت بیگ بھی موجود تھا کیونکہ مجرم نے اسے بھی آڑ بنایا تھا۔ افتخار احمد بھی تھے، انہیں بھی آلا کار بنایا گیا تھا۔ انسپکٹر کامران مرزا، آفتاب اور آصف بھی تھے کہ سب سے پہلے ان کے گھر کی تجوری صاف کی گئی تھی ایک طرف محکمہ سراغرسانی کے تمام افسر بھی موجود تھے ..... جیل سے تنویر نامی اور جوجے کو بھی بلوایا گیا تھا۔ اور وہ بھی ایک طرف ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنے بیٹھے تھے۔ سب کو پہلے چائے پیش کی گئی اور آخر کے بعد انسپکٹر کامران مرزا اٹھ کھڑے ہوئے

" معزز حاضرین "

انہوں نے تقریر کرنے کے انداز میں کہنا شروع کیا اور آفتاب اور آصف چونک اٹھے۔ یہ ان کے لئے ایک خاص اشارہ تھا، کیونکہ وہ تقریر کرنے کے انداز میں اگر کبھی گفتگو بھی کرتے تھے تو معزز حاضرین ہرگز نہیں کہتے تھے۔ اس کا صاف مطلب تھا۔ انہوں نے خطرہ بھانپ لیا تھا اور انہیں خبردار رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ اب ان کی مصیبت یہ تھی کہ ابھی تک مجرم کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکے تھے۔ ورنہ وہ اس پر آسانی سے نظر رکھ سکتے تھے، اب اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے تھے کہ کرسیوں سے اٹھ کر مہمانوں کی پشت کی طرف کھڑے ہو جائیں۔

ایک طرف آصف اور دوسری طرف آفتاب؟ چنانچہ انہوں نے یہی کہا۔ انہیں اٹھتے، دیکھ کر انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے جس کا مطلب یہ تھا کہ انہیں دونوں کا اقدام پسند آیا تھا۔ انہوں نے سُنا، وہ کہہ رہے تھے۔

"اس بار ہمارا واسطہ ایک عجیب و غریب مجرم سے پڑا ہے، اس نے ہم سب کو خوب ہی چکر پر چکر دیئے۔ لیکن آخر کار خود چکر میں آگیا.... یہ کہانی بظاہر اس وقت سے شروع ہوئی جب شیخ افتخار احمد کے ہاں مجرم ان کے دوست شوکت بیگ کے روپ میں آیا۔ شوکت بیگ جرمنی سے آئے تھے۔ اور بہت عرصہ بعد آئے تھے، اس لئے شیخ صاحب اندازہ نہ لگا سکے کہ ان سے ملنے کے لئے آنے والا ان کا دوست نہیں، ایک مجرم ہے.... اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ انہیں ایک دھمکی آمیز فون بھی وصول ہوا کہ اگر انہوں نے شوکت بیگ کے اعزاز میں دعوت نہ دی تو ان کے بچوں کو اغوا کر لیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے دعوت کا انتظام کر دیا....اس طرح مجھے بھی دعوت میں بلایا گیا، اور میری غیر حاضری میں میرے گھر کی تجوری صاف کی گئی اس میں زیورات بھی تھے نقدی بھی تھی اور کاغذات بھی سب کچھ سمیٹ لیا گیا۔

یہ شوکا کا پہلا ڈاکہ تھا اور چونکہ اس نے اپنا کارڈ بھی تجوری میں چھوڑا تھا اس لیئے اس کا نام ہمارے سامنے آیا، لیکن اس کے ساتھ ہی ہم میں نے دعوت کے دوران الجھن سی محسوس کی اور میں دعوت درمیان

میں چھوڑ کر واپس چلا آیا... عین اسی وقت یہ لوگ ڈاکا ڈالنے کے بعد گھر سے نکل رہے تھے میں نے تعاقب کیا اور اس طرح مجرموں کا ایک ٹھکانا دیکھنے میں کامیاب ہو گیا، لیکن جب میں گھر کا جائزہ لینے کے بعد انہیں گرفتار کرنے پہنچا تو وہاں چوری کیا ہوا مال موجود نہیں تھا۔ ان میں سے ایک ساتھی مال لے کر جا چکا تھا اور میرے پاس ان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھی، کیونکہ میں نے انہیں اپنے گھر سے تو نکلتے نہیں دیکھا تھا۔ دوسری بار ڈی آئی جی صاحب کی تجوری پر ہاتھ صاف کیا گیا۔

پھر آئی جی صاحب کی باری آئی، لیکن اس سے پہلے ہی ہم اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گئے کہ اب ان کی باری ہے۔ اس لئے میں آصف اور آفتاب پہلے ہی وہاں پہنچ گئے اور مجرم کے تین ساتھیوں کو گرفتار کر لیا... ان تینوں کو آپ اس طرف بیٹھے دیکھ سکتے ہیں.... ان کی گرفتاری کے بعد مجرم جیسے پاگل ہو گیا۔ اس نے اندھا دھند ڈاکے ڈالنے شروع کر دیئے میری الجھن بڑھ گئی۔

کیونکہ مجرم ابھی تک میری نظروں سے اوجھل تھا۔ ادھر اس کے ڈاکوں میں تیزی آئی گی اور پھر میرے لڑکے آفتاب ایک عجیب خیال دلایا اگر مجھے یہ خیال نہ دلاتا تو شاید اس وقت بھی میں اندھیرے میں ٹانک ٹوئیاں مار رہا ہوتا۔ میں یہ بتانا بھول گیا کہ جس روز شیخ افتخار احمد نے دعوت دی تھی، اس سے اگلے روز اصل شوکت بیگ ان سے ملنے آ گئے تھے.... اور اس وقت یہ پتا چلا کہ اس سے ایک دن پہلے تو دراصل

کوئی نقلی شوکت بیگ ان کے پاس آیا تھا...

ہاں تو اس وقت آپ لوگوں میں اصلی شوکت بیگ بھی موجود ہیں اب میں آپ کو یہ بتانے والا ہوں، میرے بیٹے نے مجھے کیسا خیال دلایا اور جس کی مدد سے بھی یہ جاننے میں کامیاب ہوا کہ دراصل مجرم کون ہے آفتاب نے مجھ سے کہا... ابا جان! آپ ایک بات شاید بھول رہے ہیں، یہ کہ آخر نقلی شوکت بیگ نے اصلی شوکت بیگ کا میک اپ کیسے کر لیا... بس اس کا یہ جملہ کہنا تھا کہ ایک دم مجرم کی شکل میرے سامنے آ گئی۔ میں اچھل پڑا۔ میں نے سارے حالات کا جائزہ لیا اور پھر اس کی نگرانی شروع کرا دی... نگرانی کے نتیجے میں اور تفتیش کے دوسرے طریقوں پر عمل کر کے آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا خیال بالکل درست تھا، چنانچہ آج آپ سب یہاں جمع ہیں، تاکہ آپ بھی اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں... تو حاضرین آپ کا مجرم اصلی شوکت بیگ یہی ہے... جی ہاں۔"

"کیا!!" ہال میں نے کئی آوازیں ابھریں۔ لوگوں کے منہ کھلے کے کھلے گئے اور آنکھیں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئیں، یہاں تک کہ خود آفتاب اور آصف کا بھی مارے حیرت کے برا حال تھا۔ اسی وقت ایک بلند آواز دوسری آوازوں پر چھا گئی۔

"یہ غلط ہے۔ میں مجرم نہیں ہوں۔"

"میں ثبوت پیش کروں گا۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔ وہ انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔ انہوں نے پروانہ کی اور ہال کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے ذرا بلند آواز میں بولے۔

"مسٹر خالد: انہیں لے آئیے۔"

دوسرے ہی لمحے ایک سب انسپکٹر ایک بوڑھے آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا یہ کوٹھی کا وہی مالک تھا جس سے انسپکٹر کامران مرزا کو معلومات حاصل ہوئی تھیں۔

"آپ کی کوٹھی چند ماہ کے لئے ایک نوجوان نے کرائے پر لی تھی.... یہ ٹھیک ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے اس سے پوچھا۔

"جی ہاں! یہ سب باتیں میں آپ کو بتا چکا ہوں۔"

"بہت خوب! اب ذرا اس آدمی کو ان لوگوں میں سے پہچان لیجیے۔" انہوں نے کہا۔

بوڑھے نے سب کو باری باری دیکھنا شروع کیا، آخر اس کی نظریں شوکت بیگ پر جم کر رہ گئیں۔ اس نے کہا

"وہ یہی تھا۔"

"بہت خوب! مسٹر شوکت کیا آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ آپ نے ان بزرگوار کی کوٹھی چھ ماہ سے کرائے پر لی ہوئی تھی۔"

"ہاں! میں اس بات سے انکار کرتا ہوں میرے پاس تو اپنی کوٹھی ہے مجھے کیا ضرورت تھی کہ کرائے کی کوٹھی پر رہتا۔" اس نے جھنجلا کر کہا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی بات! چالاک سے چالاک مجرم بھی بعض اوقات بچوں جیسی غلطی کر جاتا ہے، آپ کا یہ جملہ ٹیپ ہو چکا ہے اور ان حاضرین نے بھی سنا ہے جو سب کے سب ذمے دار افسر ہیں.... تو جناب بیگ

صاحب یہ ٹھیک ہے کہ آپ وہاں سے فرار ہوتے وقت اپنی انگلیوں کے نشانات ہر چیز پر سے مٹا آئے تھے۔ لیکن ایک چیز ایسی بھی ہے جس پر آپ نہیں مٹا سکے۔،،

«کیا مطلب۔،، شوکت بیگ چلّایا

«جی ہاں نائیلون کا ایک پیپر کٹر۔۔۔ جو آپ جلدی میں وہیں چھوڑ آئے۔ وہ دراصل میز سے نیچے گر پڑا تھا۔ اس پر آپ کی انگلیوں کے بالکل صاف نشان موجود ہیں،، انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

«میری انگلیوں کے۔۔۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس پر میری انگلیوں کے نشانات ہیں، وہ فراز ہیں نقلی شوکت بیگ کے ہوں گے وہ مجھ سے پہلے یہاں آیا تھا۔

«جی نہیں۔ وہ بھی آپ خود ہی تھے۔۔۔ بس آپ نے اپنے چہرے میں ذرا تبدیلی کر لی تھی اور دوسرے دن اس تبدیلی کو ختم کر کے آئے تھے تاکہ کوئی آپ پر شک نہ کر سکے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا ہوتا تو فوری طور پر آپ پر شک کیا جاتا۔ انھوں نے کہا۔

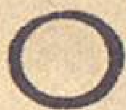
«میں یہ کہتا ہوں، آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ پیپر کٹر پر میری انگلیوں کے نشانات ہیں۔

«اس لئے کہ ہمارے پاس آپ کی انگلیوں کے نشانات بھی موجود ہیں۔۔ پیپر کٹر پر پائے جانے والے نشانات سے ان نشانات کو ملایا گیا ہے

ان میں کوئی فرق نہیں اور یہی چیز آپ کو مکمل طور پر مجرم ثابت کر سکتی ہے جسے دنیا کی کوئی وکیل اور کوئی عدالت نہیں جھٹلا سکتی۔

وہ ٹھیک ہے ۔۔۔ واقعی یہ ایک پختہ ثبوت ہے۔ لیکن اس سے بھی پختہ ثبوت میرے دائیں ہاتھ میں ہے اسے بھی ایک نظر دیکھ لو۔"

انہوں نے چونک کر دیکھا، اس کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔



ایک بات اور

سب کے سب سناٹے میں آ گئے۔ اب تو مجرم نے خود ہی ثبوت پیش کر دیا تھا.... وہ اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔

"خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے، سب لوگ ہاتھ رکھ لیں۔ اور کرسیوں پر ہی بیٹھے رہیں اگر کسی نے کوئی حرکت کی تو میں گولی چلا دوں گا۔"

"بھئی کم از کم میری کہانی تو مکمل ہو جانے دی ہوتی۔ اتنی بھی کیا جلدی تھی۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا مطلب.... کیا ابھی کہانی باقی ہے۔" آئی جی صاحب نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں۔ کہانی کا اصل حصہ تو ابھی آپ لوگوں نے سنا ہی نہیں آپ ان کا تعارف تو بھول بن گئے مجرمانہ نقدی کے ساتھ اپنے آدمیوں کے ذریعے اڑا لیتی ہے.... سوال یہ ہے کہ آخر یہ ان کا تعارف کا کیا کرتا تھا.... میں بتاتا ہوں.... دراصل یہ صاحب مغربی جرمنی سے ہو کر آئے ہیں اور پلاسٹک سرجری کی اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کر کے آئے ہیں۔

لیکن در اصل یہ یہاں سے مکمل طور پر غیر ملکی جاسوس بن کر آیا ہے
وہ گیا !!!!" ایک بار پھر سب کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔
"جی ہاں !" ہمارے دشمن ملک کے کچھ لوگوں نے وہاں ان سے
رابطہ قائم کیا اور ملک دشمنی پر آمادہ کیا، اس سلسلے میں نہ جانے انہیں
کتنا بڑا لالچ دیا گیا ہوگا اور اس لالچ کا زیادہ تر حصہ انہیں دے بھی
دیا گیا ہو... جو ان کے گھر سے برآمد کر لیا جائے گا۔ تو اس طرح یہ ہمارے
ملک میں رہتے ہوئے ہمارے ملک کی پیداوار ہوتے ہوئے۔ اس
ملک کا نمک کھاتے ہوئے بھی ملک کے دشمن بن گئے... کیونکہ نئی
روشنی نے ان کی عقل میں صرف ایک بات جما دی ہے کہ پیسہ حاصل
کرو چاہے جس طرح بھی ہو، اس کے لئے قوم کا گلا بھی کیوں نہ کاٹنا
پڑے۔ لیکن ایسے نوجوان یہ بھول جاتے ہیں کہ اس ملک میں... جس
کے پاؤں پر وہ کلہاڑیاں مار رہے ہیں، خود ان کے بیوی بچے، بھائی
بہن اور ماں باپ بھی رہتے ہیں... یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا
خاموش ہو گئے۔

"تو اس کا ارادہ وہ کاغذات دشمن ملک کے حوالے کرنے کا تھا۔"
آئی جی صاحب نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"جی ہاں.... شاید یہ انہیں بھیج بھی چکا ہو.... یا ہو سکتا ہے
ابھی کاغذات اس کے گھر میں ہی موجود ہوں بہر حال مجرم ثبوت
سمیت آپ کے سامنے ہے.... چلو خان.... اسے گرفتار کر لو۔"

انسپکٹر کامران مرزا نے اس طرح کہا جیسے انہیں معلوم ہی نہ ہو کہ مجرم ہاتھ میں پستول لئے بیٹھا ہے

"خبردار! کوئی میری طرف بڑھنے کی کوشش نہ کرے۔" اس نے گرج کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اب وہ ہال کے دروازے کی طرف کھسک رہا تھا، اس کا پستول بدستور لوگوں پر اٹھا ہوا تھا۔ سب کے دل دھک دھک کر رہے تھے، وہ سوچ رہے تھے، کیا مجرم فرار ہو جائے گا.... کیا انسپکٹر کامران مرزا یہ بات بھول گئے تھے کہ مجرم پستول بھی سکتا ہے،

پھر جونہی اس نے دروازے سے باہر ایک قدم رکھا اور اس کا رخ ذرا تبدیل ہوا اس کے سر پر جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ وہ لکڑی کا ایک ڈنڈا تھا جو آفتاب باہر جا کر اٹھا لایا تھا، کہانی سننے کے چکر میں کسی نے بھی ان کی طرف توجہ نہیں دی تو، یہاں تک کہ خود شوکت بیگ بھی ان دونوں کو نکلتے ہوئے نہیں دیکھ سکا تھا۔

ڈنڈا کھا کر وہ تیورا کر گرا، اس کا پستول والا ہاتھ خود اس کے جسم کے نیچے دب گیا اور ٹریگر بھی، گولی چلنے کی ہولناک آواز گونجی اور اس کے منہ سے ایک دلدوز چیخ نکلی. اس کا جسم تڑپنے لگا۔ وہ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتے رہے، یہاں تک کہ اس کا جسم سرد ہو گیا. یہ انجام تھا اس نوجوان کا جو اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا۔ لیکن تعلیم سے اس نے کیا فائدہ اٹھایا....

وہ سب ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے قدم لاش کی طرف اٹھنے لگے۔ آدھ گھنٹے بعد مجرم کے گھر پہ چھاپہ مارا گیا۔ اس کا والد بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اسے کچھ بھی پتا نہ تھا کہ بیٹا دوسرے ملک میں کیا تعلیم حاصل کر کے آیا ہے اور کیا کچھ کرتا رہا ہے۔ اور جب اسے ساری بات بتائی گئی تو پہلے تو اسے یقین ہی نہ آیا، پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ گھر کے دوسرے افراد جن میں اس کے بڑے بھائی اور بھابیاں اور ان کے بچے شامل تھے، سب چیخ چیخ کر رونے لگے۔ ایسے میں ان کے لیے اپنی کارروائی جاری رکھنا مشکل ہو گیا، بس مجرم کے کمرے کی تلاشی لینے کو ہی کافی سمجھا گیا۔ تلاشی لینے پر نقدی اور زیورات کا کچھ حصہ برآمد ہو گیا۔ البتہ کاغذات جوں کے توں موجود تھے، شاید اس نے ابھی باہر بھیجنے شروع نہیں کیے تھے۔ یا ابھی اسے ہدایات نہیں ملی تھیں۔ تنویر ٹامی اور جوجے کے گھروں کی تلاشیاں لی گئیں اور وہاں سے بھی نقدی زیورات برآمد کر لیے گئے، پھر ان کی نشان دہی پر گروہ کے پندرہ اور کارکن بھی گرفتار کر لیے گئے۔ اس طرح یہ کیس ختم ہوا اور مجرم اپنی سزا کو پہنچے۔

چند دن بعد وہ شام کی چائے پی رہے تھے کہ انسپکٹر کامران مرزا نے ان سے کہا۔

"تین چار روز سے میں تم دونوں کو ایک بات بتانے کی کمی محسوس کر رہا۔"

"ضرور بتائیے،" آصف نے جلدی سے کہا۔

"تمہیں یاد ہوگا... شیخ افتخار کے گھر مجرم کی کہانی سناتے ہوئے میں نے یہ کہا تھا کہ کوٹھی سے ہمیں فائلوں کا ایک پیپر کٹر ملا ہے جو میز کے نیچے پڑا تھا۔ اور اس پر مجرم کی انگلیوں کے نشانات رہ گئے تھے"

"جی ہاں! آپ نے یہ کہا تھا اور کٹر آپ کو ملا بھی تھا"، آفتاب بولا۔

"میں تمہیں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ بعض مجرم ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ اس وقت ہمیں چال چلنا پڑتی ہے۔ ورنہ مجرم صاف بچ جائے اور عدالت اسے رہا کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اس مرتبہ بھی معاملہ کچھ ایسا ہی تھا"

"جی کیا مطلب؟" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا تم دونوں ابھی تک میری بات کا مطلب نہیں سمجھے" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی نہیں تو — ابھی آپ نے پوری بات کہاں بتائی ہے" آصف بولا۔

"بھئی نامکمل بات سے بھی مطلب نکال لینے کی عادت ڈالو۔ تم اب کافی بڑے ہو گئے ہو — تمہیں ملک اور قوم کے لئے نہ جانے کیا کچھ کرنا ہے"

"جی بہت بہتر — اب عادت ڈالیں گے اور انشاء اللہ جب آپ بنانی شروع کیا کریں گے تو ہم مطلب نکال لیا کریں گے، آپ فکر نہ کریں" آفتاب نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا کو اس کے منہ بنانے پر ہنسی

آ گئیں، کہنے لگے۔

"خیر ــــ اب میں ہی بتائے دیتا ہوں۔ ہاں تو اس پیپر کٹر پر سے ہمیں انگلیوں کے نشانات ہرگز نہیں ملے تھے۔"

"کیا!؟" دونوں چلا اٹھے۔

"ہاں! میں نے مجرم کو چکر دیا تھا اور اس نے یہی سمجھا کہ شاید جلدی میں پیپر کٹر پر سے اس نے نشانات صاف نہیں کیے۔ حالانکہ وہ صاف کر چکا تھا۔ اور شاید صاف کرنے وقت ہی وہ اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا، مگر گھبراہٹ اور جلدی نے اسے یہ بھلا دیا ــــ یہی وجہ تھی کہ میں اسے چکر دینے میں کامیاب ہو گیا، ورنہ بہت مشکل ہوتی۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا اور پھر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کہاں چلے؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی اپنے کمرے میں۔"

"اور وہاں جا کر تم جاسوسی ناول پڑھو گے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے انہیں گھورا۔

"جی نہیں ــــ نامکمل بات کا مطلب نکالنے کی مشق شروع کریں گے۔" آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

اور انسپکٹر کامران مرزا اور آصف کی ہنسی نکل گئی۔

ختم شد